دنیا کو مژدۂ امن وعدالت سنایا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر (خانۂ کعبہ) کا سنگ بنیاد یہ دعا پڑھ کر رکھا تھا۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (البقرہ:۱۲۶) جب ابراہیم نے کہا خداوندا اس شہر کو امن کا شہر بنا دا اور اس کے باشندے خدا اور روز قیامت پر ایمان لائیں تو ان کو ہر قسم کے ثمرات ونعائم عطا فرما۔

جس وقت انھوں نے یہ دعا کی تھی، تمام دنیا فتنہ وفساد کا گھوارہ بن رہی تھی۔ دنیا کا امن وامان اٹھ گیا تھا۔ اطمینان وسکون کی نیند آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔ دنیا کی عزت وآبرو معرض خطر میں تھی۔ جان ومال کا تحفظ ناممکن ہو گیا تھا۔ کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق پامال کر دیے گئے تھے۔ عدالت کا گھر ویران تھا۔ حریت انسان مفقود تھی اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حد پر پہنچ چکی تھی۔ کرۂ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو ظلم وکفر کی تاریکی سے ظلمت کدہ نہ ہو۔ اس لیے انھوں نے آباد دنیا کے ناپاک حصوں سے کنارہ کش ہو کر ایک وادی غیر ذی زرع میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ایک دار امن بنایا اور تمام دنیا کو صلح وسلام کی دعوت عام دی۔ اب ان کی صالح اولاد سے یہ دار الامن بھی چھین لیا گیا تھا۔ لہٰذا اس کی واپسی کے لیے پورے دس سال تک اس کے فرزند نے بھی باپ کی طرح میدان میں ڈیرہ ڈالا۔ فتح مکہ نے جب اس کا مامن وملجا واپس دلا یا وہ اس میں داخل ہوا کہ باپ کی طرح تمام دنیا کو گم شدہ حق کی واپسی کی بشارت دے۔ چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور تمام دنیا کو مژدۂ امن وعدالت سنایا:

''جس طرح تم آج کے دن کی (حج کے دن کی) اس مہینے کی (حج کے مہینے کی) اس شہر مقدس (مکہ مکرمہ) کی حرمت کرتے ہو، اسی طرح تمہارا خون اور تمہارا مال بھی تم پر حرام ہے۔ اچھی طرح سن لو کہ جاہلیت کی تمام بری رسموں کو آج میں اپنے دونوں قدموں سے کچل ڈالتا ہوں۔ بالخصوص زمانہ جاہلیت کے انتقام اور خوں بہا لینے کی رسم تو بالکل مٹا دی جاتی ہے، میں سب سے پہلے اپنے بھائی ابن ربیعہ کے خون کے انتقام سے دست بردار ہوتا ہوں۔ جاہلیت کی سودخوری کا طریقہ بھی مٹا دیا جاتا ہے اور سب سے پہلے میں خود اپنے چچا عباسؓ ابن عبد المطلب کا سود چھوڑتا ہوں۔ خدایا تو گواہ رہیو۔ خدایا تو گواہ رہیو، خدایا تو گواہ رہیو کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا۔''

(ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزادؒ ص ۶۱۲۔۶۱۳)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے

عن جابر بن عبدالله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته ...... ويقول اما بعد "فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة" (مسلم: کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ ۸۶۷)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی۔ اور ارشاد فرماتے تھے: اما بعد: سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے اور سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ (حدیث) ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جسے دین میں ایجاد کر لیا گیا ہو۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

تشریح: دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ اس میں حذف واضافہ، کمی وزیادتی اور نقص و بڑھوتری کی ادنیٰ بھی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی نے یہ گمان کر لیا کہ دین میں مزید کسی چیز کے اضافہ یا کمی کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے تو گویا اس کا یہ کہنا ہے کہ رسالت مکمل نہیں ہوئی ہے اور جب رسالت مکمل نہیں ہوئی تو گویا فرمان الٰہی کی مخالفت ہوئی ہے اور اگر فرمان الٰہی کی مخالفت ہوئی تو گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کی ہے۔ (نعوذ باللہ) اسی لیے تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: "**من ابتدع فی الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمدا خان الرسالة. اقرؤا قول الله تعالىٰ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا** " کہ جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی، پھر یہ گمان کیا کہ اچھائی کا کام ہے تو اس نے گویا یہ دعویٰ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لو۔ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کیا"۔ پھر امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "**لا يصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها، فمالم يكن يومئذ دينا لا يكون اليوم دينا** "۔ اس امت کے آخری لوگ بھی اسی چیز کے ساتھ درست ہو سکتے ہیں جس کے ساتھ اس امت کے پہلے لوگ درست ہوئے تھے۔ اور جو عمل اس وقت دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔

دور حاضر میں دین کی اصل شبیہ کو بگاڑ دیا گیا ہے اور اساسیات سے لے کر جزئیات تک میں ملاوٹ کر دی گئی ہے نہ اس کا کوئی انگ صحیح سالم ہے اور نہ کوئی عضو قطع و برید سے محفوظ ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امت محمدیہ کے لیے مشعل راہ، کتاب وسنت ہے۔ امت جس قدر کتاب وسنت کو لازم پکڑے گی اور اس پر گامزن ہوگی اسی قدر اللہ جل شانہ سے قربت حاصل کرے گی۔ انسانوں کے سننے، پڑھنے اور غور وفکر کرنے کے لیے سب سے اچھی چیز اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے اور عمل کرنے کے لیے سب سے بڑا نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی نئی چیز دین میں پیدا کی جائے وہ بدعت ہے۔ لہٰذا اس کو مضبوطی سے تھامے رکھنے میں دین و دنیا کی بھلائی ہے اور جو شخص اپنی کامیابی و کامرانی کے لیے اسے کافی نہیں سمجھتا اور نئے نئے کاموں کو ایجاد کرتا ہے تو یہی بدعت ہے اور ہر بدعت انسان کو گمراہی کی طرف کھینچ کر لاتی ہے اور ہر گمراہی انسان کو جہنم سے قریب کرتی ہے۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے اور ان کے طریقہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے اور جب تک زندہ رکھے دین خالص پر قائم رکھے۔ وما توفیقی الا باللہ

☆☆☆

ابو مصلح الکریمی

اداریہ

جنگ وجہاد
یا
عناد وفساد

معاندین اسلام، مستشرقین جہان، ان کے خوشہ چینیان، ان کے دم چھلے اور اسلام کے دشمنان نے اسلام اور اس کے ہیروؤں، جیالوں اور بہادر پاکبازوں کو بشمول نبی آخرالزماں رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عداوت و عصبیت کا نشانہ بنایا ہے۔ خصوصا مسلمانوں کے جہاد اور خیر القرون کی دفاعی معرکہ آرائیوں کو ظلم وطغیان اور بے جا حملہ اور ظلم وعدوان کا نام دیا ہے اور دین اسلام جو امن وشانتی کا پیغام عام کرنے آیا تھا اور جس نے چہار دانگ عالم میں امن وشانتی اور اخوت انسانی کے کام کر دکھائے تھے، جس نے خاندانی، قومی، جغرافیائی، نسلی اور ہر طرح کی نخوتوں کو مٹا کر سب کو بھائی بھائی بنا دیا تھا اور جس نے جنگ و جدال جو اس وقت کی دنیا کا خصوصا عربوں کا دلچسپ مشغلہ اور دیرینہ اور لائق فخر کارنامہ اور وطیرہ تھا، سے نجات دلا کر سب کو آپس میں شیر وشکر اور باہم مربوط ومضبوط بنا دیا تھا اور جنگ اور حرب وضرب کا خاتمہ کر دیا تھا، اسے دنیا جنگ جو باور کرانے کی انتھک کوشش کر رہی ہے۔ خصوصا قرآن کریم میں وارد مسلمانوں کے دفاعی جہاد کو ہجومی اور جہاں بانی، کشور کشائی اور غنائم واموال کی حصولیابی کا ذریعہ قرار دینے کی ناروا کوششیں کر رہی ہے اور نت نئی چالیں چل رہی ہے، اور ’’ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ‘‘ اور ’’لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ‘‘ اور دیگر قرآنی ونبوی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ کر، بلکہ اس کے معانی کی منمانی تشریح وتفسیر کر کے اسلام کو ظلم وزیادتی، دہشت گردی اور تشدد کا دین باور کرانے سے نہیں تھک رہی ہے۔ ذیل میں اسلامی جنگوں کے دفاعی ہونے اور مجبوری بلکہ بسا اوقات اضطراری حالات میں وقوع پذیر ہونے سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور دلائل کی روشنی میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اسلام میں جہاد وقتال کی اجازت انتہائی مجبوری میں ’’ تنگ آمد بجنگ آمد ‘‘ کے قبیل سے دی گئی ہے اور وہ بھی بہت ساری شرائط وآداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ صبر وضبط اور عفوو درگزر سے کام لیتے ہوئے۔ اسلام نے جن ناگزیر حالات میں جنگ کی

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی　مولانا شہاب الدین مدنی　ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی　مولانا طہ سعید خالد مدنی　مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
اچھے اعمال کے فائدے	۹
ہجرت اور سنہ ہجری کا آغاز	۱۱
سورج وچاند گرہن کی نماز کے احکام ومسائل	۱۸
موت بذات خود ایک نصیحت	۲۱
جماعتی خبریں	۲۳
پندرہواں آل انڈیا دورہ تدریبیہ برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین ...	۲۴
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۱
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اجازت دی ہے ان میں سے چند کا ذکر گذشتہ اداریہ میں قارئین کرام نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ چند کا ذکر مزید وضاحت وتفہیم اور تشفی کا باعث ہوگا۔ ساتھ ہی آیات قتال و جہاد سے متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوگا اور منصف روحیں اسلام کے دین رحمت واخوت، عدل وانصاف اور مساوات کی قائل وفاعل ہوں گی، انہیں حقوق انسانی کی علمبرداری و پاسداری کا تمغہ بھی ملے گا اور شر وفساد اور جنگ و پیکار کی حالت میں اسلام کے انصاف پرور اور دین فطرت وانسانیت ہونے کا سبق بھی ملے گا جو ہدایت اور قبول حق کا ذریعہ ہوگا۔ ان شاءاللہ

صرف اللہ جل شانہ کو معبود حقیقی ماننے اور دین اسلام کو اختیار کرنے کے انسانی حق کی حمایت ودفاع میں جنگ:

اسلام میں دیے گئے انسانی حقوق میں عبادت اور دین کا حق سرفہرست ہے۔ اس لیے کہ دین انسان کا سب سے بڑا حق ہے۔ چونکہ انسان کا خالق و مالک اللہ جل شانہ ہی ہے اور وہی کائنات کا خالق ومالک ہے۔ لہٰذا حقیقت میں عبادت کے لائق وہی ہے اور یہ کہ ہر انسان دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور متدین ہوتا ہے، اس لیے اس کا فطری حق چھیننے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ'' (الذاریات:۵۶) ''میں نے جنات اور انسان کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

''قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً'' (آل عمران:۶۴) ''آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں۔''

قرون اولیٰ میں مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ ان کی سب سے بڑی دینی ذمہ داری انسانوں کو مخلوق کی عبادت سے نجات دلا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف، ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف اور دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی کشادگی کی طرف موڑ دینا ہے۔ جیسا کہ صحابی جلیل ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کی جنگ کے موقع پر رستم سے بات چیت کے دوران کہا تھا کہ ہم کو مال غنیمت اور کشور کشائی مطلوب نہیں، نہ دنیا کی چمک دمک اور لالچ سے کچھ لینا دینا ہے، بلکہ رب کی رضا اور بندوں کی بھلائی اور آخرت کی سرخروائی ہی مطلوب ومقصود ہے۔ ہم تو لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر بندوں کے رب کی طرف لانے کے لیے آئے ہیں اور دنیا کی تنگنائی اور گھٹن سے نکال کر آخرت کی وسیع فضا اور ادیان کے جور وظلم سے نکال کر دین رحمت وعدل کی طرف لانے کے لیے آئے ہیں۔ اور یہی کام تمام انبیاء ورسل اور دنیا جہاں کے ان تمام اصلاح وفلاح کے چاہنے والے مصلحین کا تھا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین پر یقین رکھتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىَ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُواْ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَـئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ'' (البقرۃ:۲۱۷) ''لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے، لیکن اللہ کی راہ سے روکنا، اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ یہ فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے، یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاء الْكَافِرِينَ'' (البقرۃ:۱۹۱) ''انہیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور (سنو) فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے نہ لڑیں، اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو کافروں کا بدلہ یہی ہے۔''

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''فتنہ جس کو ان کافروں نے تم پر مسلط کیا اور جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ، تو یہ قتل سے زیادہ سخت بات ہے۔''

اور آیت کریمہ والفتنۃ اشد من القتل کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ فتنہ یہاں کفر کے معنی میں ہے، جمہور کہتے ہیں کہ یہاں فتنہ

سے مقصود مسلمانوں کو ان کے دین سے روکنے اور اس سے باز رکھنے کا فتنہ ہے، تاکہ وہ ہلاک ہوجائیں۔یعنی یہ بات حرام مہینہ میں تمہارے قتل کے گناہ سے بھی بڑا گناہ وجرم ہے۔''

اس سلسلے میں پہلی یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ دونوں تفسیروں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔کیونکہ جنہوں نے فتنہ کی تفسیر کفر یا شرک سے کی ہے توانہوں نے یہاں پر اس کا نتیجہ مراد لیا اور جنہوں نے فتنہ کی تفسیر مسلمانوں کو آزمائش اور عذاب الٰہی میں مبتلا کرنے سے کی ہے تاکہ وہ کافر ہوجائیں تو انہوں نے اس سے مراد سبب لیا ہے۔

یہاں پر ایک اور غلط فہمی پیدا کی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّهِ (البقرہ:۱۹۳)یعنی ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور دین اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوجائے۔

توامام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں نافع سے جو روایت کی ہے اس سے یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔نافع کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آکر کہا: ابوعبدالرحمٰن! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خود ذکر فرمایا ہے، کیا آپ نے اسے نہیں سنا ؟ کہ(وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّهِ) آپ نے کہا: ہاں، یہ قتال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کیا، اس وقت اسلام کم پھیلا تھا(اور مظلومیت کے عالم میں تھا)، آدمی کو اس کے دین کے بارے میں فتنہ وآزمائش میں مبتلا کردیا جاتا تھا، یا کفار ومشرکین اس کو قتل کردیتے تھے، یا اس کو عذاب دیتے تھے لیکن جب اسلام پھیل گیا (اور ان پر مظالم ختم ہوگئے) تو اب فتنہ باقی نہ رہا۔

لہٰذا کسی بھی طرح اس آیت کے نام پر فتنہ وفساد برپا نہیں کرنا چاہیے اور جہاد اور جنگ کو تمام ادیان کے خاتمے تک جاری رکھنے والی فتنہ انگیزی والی منمانی بات اور پروپیگنڈہ نہیں کرنا چاہیے۔

یہاں ایک اور بات بہت سنجیدگی سے سمجھنی چاہیے کہ اسلام میں جہاد اور جنگ وجدال کی کوئی گنجائش نہیں ہے، منجملہ ان تمام شرائط اور اسباب ووجوہات کے جو اوپر ذکر کئے گئے، یا بقیہ دسیوں آیتوں میں ذکر کئے گئے ہیں۔خاص طور پر لفظ ''جہاد فی سبیل اللہ'' پر غور کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو اور اس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔جہاد وجنگ کے سلسلے میں اسلام نے جو تعلیمات اور آداب تفصیل سے سکھائے ہیں ان کی رعایت نہ کی گئی اور جو اس کی منافی چیزیں ذکر کی ہیں کہ اگر اس میں منفی سوچ، جوش انتقام، نفرت، جہالت، عصبیت اور غصہ وطیش داخل ہوگیا تو وہ جنگ جائز ہی نہ ہوگی اور نہ وہ جہاد کہلانے کے لائق ہوگی ، بلکہ وہ بھی ایک طرح سے دنیاداری، بادشاہوں کی حرص جہانبانی اور ظلم وزیادتی ہوگی۔وہ بہادر انسان جس نے زخموں کی تاب نہ لاکر تلوار پر زور ڈال کر خودکشی کرلی، لوگ اس کی شجاعت اور جوش ومردانگی پر دادو تحسین کے کلمات کہہ رہے ہیں، لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے جہنمی بتارہے ہیں۔ریاکاری کرنے والے سپاہی کو جہنمی بتارہے ہیں اور مجاہد وجہاد سے کوسوں دور قرار دے رہے ہیں۔میدان جنگ میں سرینڈر کرنے اور تلوار کے وار کی زد میں آنے والے کو اسلام کے اظہار کے باوجود قتل کردینے پر اللہ تعالیٰ کے نبی برحق سخت ناراضگی اور برہمی کا اظہار فرمارہے ہیں ۔ مال غنیمت سے ایک ادنیٰ چادر چھپالینے پر میدان کارزار میں جوہر دکھانے والے صحابی کو وعید شدید سناتے ہیں۔الغرض جہاد وہ ہے، مجاہد وہ ہے اور سپاہی وفوجی وہ ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلے، اسی کی رضا کی خاطر اور اسی کی مرضی وحکم اور تعلیمات کی روشنی میں نکلے اور وہی ہے جہاد فی سبیل اللہ جس کی اسلام نے اجازت دی ہے۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیسے جنگ ہوگی اور اس کے کیا آداب ہوں گے اور کیا تعلیم ہوگی؟ وہ مندرجہ ذیل سطور سے واضح ہوگی۔

مسلمانوں کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ دشمن سے مقابلے کے دوران میں معیاری اسلامی اخلاق کی پابندی نہ کریں۔چاہے دشمن اس کی پابندی کرے نہ کرے، مسلمان کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ دشمنوں کی بیوی بچوں اور بوڑھوں سے اپنی بیوی بچوں کا انتقام لیں۔

مسلمانوں سے لڑنے والوں اور ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے والوں کے خلاف جنگ:

۱۔وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ(الانفال: 60) ''تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں خوب جان رہا ہے جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کروگے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا۔''

اس آیت کریمہ کے ذریعہ مسلمانوں کی مجبوری اور مقہوری کے پیش نظر اور ان پر روا رکھے گئے ظلم وزیادتی اور مسلط کی گئی جنگ میں اپنے دین، ایمان، جان ومال اور عزت وآبرو کے دفاع کے لیے تیاری کرنے اور دفاعی جنگ کی

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اجازت کو کچھ اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے اور غیر مسلموں کے خلاف مسلمانوں کی ایسی چھوی قرآن کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے کہ گویا ان کا کام ہی لڑائی بھڑائی ہے اور جنگ وجدال ہی ان کا مقصود حیات ہے۔

اب مسلمانوں کی اس کسمپرسی کی حالت اور اضطراری کیفیت کے حوالے سے بھی اتنی شرانگیزی اور فتنہ پروری سے کام لے کر ان کو بدنام کیا جائے گا تو اس سے زیادہ ظلم اور الزام واتہام اور کیا ہوسکتا ہے۔ پروپیگنڈوں کا عالم یہ ہے کہ مسلمان آج بھی اس قدر مظلوم ہے کہ اس کا سراپا لہولہان اور ہلکان اور بے جان ہورہا ہے۔ اس کو ایمانیات، اخلاقیات، سماجیات، اقتصادیات، سیاسیات اور حربیات ہر سطح پر زیر و بنا کر ذلیل وخوار، بے یار و مددگار اور آپسی اختلاف و انتشار اور افتراق وشقاق اور نفاق کا خوگر اور دہشت زدہ کر کے اپنا نوکر چاکر بنالیا گیا ہے کہ وہ یا تو اپنی آہ وکراہ بھی نہیں نکال سکتا، یا ان کا مکمل آلہ کار اور اپنے ہی مسلم ملکوں، بھائیوں اور دین وایمان والوں کے خلاف استعمال ہورہا ہے۔ یعنی مسلمان کو مسلمان کے خلاف کھڑا کر دیا جارہا ہے اور اس طرح مظلوم ومقہور قوم کو ظالم ودہشت گرد قرار دیا جارہا ہے۔ آج عجیب طرح کی یہ منطق اور روش اختیار کر لی گئی ہے اور مسلمانوں کی حالت زار پر ہزار مرثیے کہے جاچکے ہیں۔ پھر بھی وہی ظالم ہے۔ چلو یہ بھی گوارہ کہ مسلمان اسلام سے دور ہے تو اس کو تو سزا بھگتنی ہی ہے۔ مگر جس اسلام سے دوری کی وجہ سے وہ اس حالت کو پہنچے ہیں، اسی اسلام اور اس کی تعلیمات کو مورد الزام ٹھہرایا جارہا ہے۔ اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انجام دیا جارہا ہے۔ ایک عرب شاعر نے مسلم امہ کی تصویر کشی کی ہے۔

أنى اتجهت الى الاسلام فى بلد
تجده كالطير مقصوصا جناحاه

(کسی بھی ملک میں جا کر اسلام کی بے بسی دیکھ لو وہ پر کترے ہوئے پرندے کی طرح ہے)

اس لیے ہر قاری قرآن کو خصوصا اس طرح کی آیات پر تبصرہ اور کلام کرنے والے ہمارے دانشور حضرات اور غیر مسلم بھائیوں کو یہ قرآنی آیات سنجیدگی سے پڑھنی چاہئیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن دنوں میں یہ اور اس جیسی آیات نازل ہوئی ہیں یا مسلمانوں کو ایسی تعلیم دی گئی ہے انہیں بھی اقوام عالم خصوصا دور حاضر کی متمدن اور مہذب قومیں نظر میں رکھنے کے بعد شاید ان مسلمانوں کو اور زیادہ حقوق واختیار دیں۔ کیونکہ وہ ترقی یافتہ ہیں، مہذب کہلانا اپنا حق سمجھتی ہیں اور عدل و انصاف اور حقوق انسانی کی علمبردار اور آزادی فکر، حریت رائے اور ہر قوم کو آزادی دلانے کی وہ سب سے بڑی مدعی اور مناد ہیں۔ مسلمانوں کی دینی حالت یہ تھی کہ ان کو ان کی عبادت گاہوں سے روک دیا گیا تھا، ان کے لیے اپنے گھروں میں اپنے دین پر عمل کرنا دوبھر ہوگیا تھا، ان کو اپنے دین فطرت اور اسلام پر ایمان رکھنے کی اجازت نہ تھی، ان کو بددین، بے دین اور صابی کہنے کا عام چلن تھا، سربازاران کے نوجوانوں کو سخت اذیتیں دی جاتی تھیں اور اس قدر فتنہ برپا کیا جاتا تھا کہ وہ یا تو اپنے دین سے پلٹ جائیں یا زندگی، جان ومال، عزت وآبرو اور گھر بار چھوڑ کر دوسرے شہر، دوسرے ملک اور دوسرے براعظم میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوجائیں اور وہاں بھی جلاوطنی اور مہاجرت و مظلومیت کی مار سہیں اور پردیسی ور فیوجی قرار دے کر رہنے نہ دیا جائے بلکہ ظلم اور ریشہ دوانی اتنی بڑھ جائے کہ اعلیٰ سطحی وفود اور بڑے پیمانے پر سفارتی وسیاسی مشن کے ذریعہ ان کو پناہ دینے والے ملک اور اس کے حکمرانوں کو ان کے خلاف ورغلایا جائے اور جھوٹ بول کر ان کو غلام وبھگوڑے، دہشت گرد اور باغی کہہ کر انٹرپول جیسے اور دیگر تمام ہتھکنڈے استعمال کر کے ان کو واپس اسی جہنم کدہ دنیا میں دھکیل دیا جائے، جیل سے بدتر گھاٹیوں میں قید وبند کردیا جائے اور نظر بند، حقہ پانی بند، مکمل بائیکاٹ اور ساری سپلائی لائن منقطع کردی جائیں کہ بچے بھوک سے بلک بلک کر مرجائیں، درختوں کی چھال کھانے کے لیے نہ رہ جائیں، بچوں کے بستر کی چمڑی بھی سکھا کر کھانے کی نوبت آجائے، اور خود ظالم قوم کے کچھ دل اسے دیکھ کر دہل جائیں اور اس پر خفیہ طور پر ہی سہی غم کھانے پر مجبور ہوجائیں اور اس پر ظالم لوگ مگن ہوں اور خوب اترائیں اور اس سب کے باوجود مسلمانوں کے ادنیٰ آہ وکراہ اور دفاع کی تیاری کرنے کو دہشت گردی، ظلم وزیادتی اور اس ظالم قوم کے خلاف سازش اور ظلم قرار دیں۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی جہالت اور ظلم ہوسکتا ہے۔

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

غالبًا اسی ذہنیت کی پیداوار اقوام عالم میں برپا اس وقت کی چیخ وپکار ہے، اہنکار ہے، اور جنگ و پیکار ہے۔ یا ظلم وزیادتی اور للکار ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اس مہذب دنیا کے سامنے مسلمانوں کو ان کے مقدسات سے روکا جارہا ہے، ان کی بستیاں اجاڑی جارہی ہیں، آسمان وزمین سے بولڈوزر، بم اور میزائل کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ حماس کا لیڈر وقائد جو ایران کا دوست اور خصوصی گیسٹ بھی ہے اور جس کو ملک اور اہم مقام اور نگرانی، قومی سلامتی اور سکیورٹی

زون میں رکھا گیا ہے، حساس مہمان ہے، وہ بھی مار دیا جاتا ہے۔ میزبان ملک امریکہ کو بار بار اور ہزار بار للکارنے کا اہل ہے۔ ایٹمی طاقت سپر پاورس کی مخالفتوں، بائیکاٹوں اور پوری دنیا سے الگ تھلگ کردیئے جانے کے باوجود اپنے بل بوتے پر لیڈر بن گیا ہے اور امریکہ واسرائیل جیسے نیوکلیئر اور ایٹم بم والے سب سے بڑے طاقت ور ملکوں کو چیلنج کرتا ہے، دھمکیاں دیتا ہے اور ہر جگہ امریکہ جیسے ملک کے جواب میں نہلا پہ دہلا اور ایک نمبر پر نظر آتا ہے اور ہم جیسے احمقوں کی جنت میں رہنے والے انقلاب کے بعد سے ہی اسے سپر پاور کو آنکھ دکھانے والا ہی نہیں اسے ٹھوکروں میں رکھنے والا ملک اور لیڈر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے خاص مہمان اور خوشی وغمی میں شریک ایک ملک کے سربراہ اور ہیرو اسماعیل ہانیہ کو اس کے دارالسلطنت اور حفاظت اور سیکورٹی میں رہتے ہوئے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ ایسی قوت اور ایسی مظلومیت! کون ہے لال بجھکڑ جو اس معمہ کو حل کرلے جائے؟ بلکہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہہ کر تسلی حاصل کرلی جائے کہ

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

یہ تو اپنے ملک اور اپنے دوست اور اپنے خاص دشمن کا مسئلہ ہے، اس میں دخل در معقولات کرکے آپ خواہ مخواہ پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔ ورنہ دل تو بہت کچھ کہنے کو چاہ رہا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ ہر بات زبان وقلم سے ہی کہی جائے۔ پھر بھی سادگی اور سادہ لوحی میں یہ کہہ دینے میں کوئی چیز مانع نہیں ہونی چاہئے کہ

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
مرتے بھی ہیں اور ہاتھ میں ہتھیار سارے ہیں

تیسری طرف تمہاری تہذیب کسی مظلوم قوم کو جس کی جان، مال، دین و ایمان اور عزت وآبرو سب داؤں پر لگ چکی ہو دفاع کی تیاری کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی اور تم خود ایٹم بم اور کیا کیا نہیں تیار کیے بیٹھے ہو۔ اور جس کو جب چاہتے ہو لڑاتے ہو اور ہتھیار کی سپلائی کرو ہو، مارو ہو، مرواؤ ہو۔ یہ سب تمہارے لیے جائز ہے اور قرآن نے صرف اتنا کہا کہ اتنے بڑے ظالم کے خلاف بے سروسامانی میں سہی تیاری کرلو تو تم نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ دیکھو مسلمانوں کا قرآن یہ کہتا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
تم قتل بھی کرتے ہو تو چرچہ نہیں ہوتا

تقریباً سات دہائیوں قبل سے تم نے اور تمہاری چہیتی قوم نے قوم یہود کا تم سب میں سب سے مہذب ممالک و بلدان کے سامنے اور اپنی ہی سرزمین یورپ اور اس کے ہمنواؤں کی آنکھوں کے سامنے دنیا سے صفایا کردیا۔ ہولو کاسٹ، آہ! بخت نصر کے بعد اتنی بڑی اجتماعی قتل گاہ کبھی یہودیوں کی کسی نے نہیں بنائی ہوگی۔ تمہاری ناک کے پاس، تمہاری آنکھوں کے سامنے، تمہاری دھرتی پر اور تمہارے ہاتھوں یہود کا صفایا ہوتا رہا۔ قصداً مٹھی بھر کو بھاگنے کا حکم محض اس لیے دیا گیا کہ یہ سامان عبرت بنے رہیں، اس قتل وغارت گری کا آنکھوں دیکھا حال سناتے رہیں، اپنی قوم کا حال زار یاد کرکے گھٹ گھٹ کر مرتے رہیں اور ان کی داستان خونچکا دنیا کو سناتے رہیں کہ ہٹلر کی روح کو سکون ملتا رہے اور اس کی قوم و مذہب کے سارے تماشائی بھی مزے لیتے رہیں۔ چنانچہ پورا یوروپ، امریکہ اور مسلمانوں کے علاوہ ساری مہذب اور بڑی طاقتیں مزہ لیتی رہیں اور مگن رہیں اور یہود تمہاری قوم نازی اور ہٹلر کے ہاتھوں ہلاک ہوتے رہے اور آج بھی جب یہ کل کے مظلوم یہود اپنے محسنوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں تو وہ خاموش تماشائی بنے اپنے متمدن، مہذب اور مصلح اقوام ہونے کا ثبوت فراہم کررہے ہیں۔ کل بھی تماشائی وتماشہ گر تھے اور آج بھی یہی حال ہے۔ وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ آج جن فلسطینیوں نے مظلوم مٹھی بھر یہودیوں کو پناہ دی تھی جو ہولو کاسٹ سے بچ کر یورپ وغیرہ کی بندرگاہوں، آبناؤں اور وادیوں سے دھتکارے ہوئے اور در در سے ٹھوکریں کھائے ساحل سمندر فلسطین پر انتہائی کسمپرسی اور ذلت، نکبت اور بے سروسامانی میں وارد ہوئے تھے تو انہی فلسطینیوں نے تم پر رحم کھایا اور اپنی زمین پر بسایا۔ یعنی جو اماں ملی تو کہاں ملی؟

آہ آج تم اسی قوم پر مدت مدید سے عرصہ حیات تنگ کیے ہوئے ہو، ان سے جینے کا بھی حق چھین لیا ہے۔ تمہارے سات دہوں کے ظلم کو بھلا کر صرف اس بہانے کو ہی مان لیا جائے کہ حماس نے تم پر اٹیک کرنے میں پہل کی ہے تو بتاؤ تم ایران کے سخت سیکورٹی والے زون اور سلطنت میں اس کے لیڈر کو مار دیتے ہو اور کانوں کان خبر نہیں ہوتی اور مٹھی بھر حماس اور ان کی قیادت کے بہانے غزہ جہاں کا چپہ چپہ اور کونا کونا تمہارے تصرف واختیار اور آنکھوں میں ہے۔ تمہیں جن حماس کی تلاش ہے وہ تو نہ ملے، مگر سارے معصوم ومظلوم، اور نہتے اہل غزہ کو ہی تم نے نشانہ بنادیا۔ ان کے گھر مسمار کردیئے، ہزاروں کو قتل کردیا، دربدر کردیا، پندرہ ہزار سے زیادہ بچوں، پندرہ ہزار عورتوں اور لاتعلق و نہتے عوام کو تم نے بے دردی بلکہ درندگی سے موجودہ آتشیں انگاروں اور یلغاروں سے بھسم کردیا۔ ان کے خیموں پر بم ماردیئے، بھوک پیاس سے کتنے ہلاک ہوگئے، ان شہیدوں کا جنازہ اٹھانے والوں کو نشانہ بنایا، زخمیوں کو ان کے تیمارداروں کے ساتھ آگ اور بارود و میزائیل سے اڑادیا، ڈاکٹروں کا صفایا کردیا، اسپتال

ایک بھی نہ چھوڑا اور اسکول کا نام ونشان نہ رہا۔ بتاؤ کبھی معصوموں، عورتوں اور حرب سے لاتعلق لوگوں کو قتل کرنا کسی بھی عصر ومصر میں جائز رہا ہے جو تم نے حماس کو ختم کرنے کے نام پر غزہ کے عوام پر جاری رکھا ہے؟ جنگل کے درندے بھی شکار کا بچہ سامنے آجائے تو اس پر رحم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا تمہاری وحشت، سبعیت اور بربریت کی کوئی نظیر یہ مہذب دنیا پیش کرسکتی ہے؟ دیکھو غلط کام کا غلط نتیجہ اور اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں بھی اسلامی جہاد کے حالات، واردات اور استعدادات کو دیکھو، پھر اس کے ساتھ اس سے لگے ہوئے حکم صلح وآشتی اور فرمان الٰہی کو پڑھو اور اللہ سے امید وتوکل رکھنے والی بات پر الگ غور کرو، چالبازی اور خیانت کے بدلے میں بھی خیانت نہ کرنے، بدعہدی کا بدلہ بدعہدی سے نہ دینے اور ظالم اگر تمہارے بیوی بچوں اور عبادتگاہوں اور اس میں بیٹھے جنگ سے لاتعلق لوگوں اور معصوموں کے ساتھ ظلم کر چکا ہے پھر بھی تم ان کے بچوں عورتوں پر ظلم نہ کرو جیسی تعلیم دینے اور قانون بنانے والوں کو تم دہشت گرد کہتے ہو۔ جہاد کے خلاف تمہارا یہ کھلا عناد وفساد ہے جو تم نے مظلوم قوموں کے خلاف برپا کر رکھا ہے۔ ورنہ اسلام خوارج اور فسادی مسلمانوں کے خلاف بھی اس سے بڑی جنگی کارروائی کر چکا ہے، جسے اس وقت تم دوسرا رخ دیتے ہو۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (الانفال:۶۱)'' اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا، اور اللہ پر بھروسہ رکھ۔ یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے۔''

یہاں تم دفاعی جنگ کی تیاری پر اسلام ومسلمانوں پر عیب لگاتے ہو، جن کو حکم ہے کہ دشمن جانی وایمانی جو مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکانے والے ہیں اگر وہ تھوڑا بھی نرم پڑتے ہیں یا صلح کے خواہاں ہیں تو ان سے صلح کرلو اور اس کے لیے مکمل آمادگی کا حکم اور بڑے طنطنے سے مسلمانوں کو آڈر دیا جا رہا ہے کہ ایسے جنگ کرنے والوں سے صلح کرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو، اندیشوں، وسوسوں اور ظالم قوم کا ظلم اور بدعہدی تمہارے تجربے میں ہے اس کو بھی ادنیٰ خاطر میں مت لاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کو سننے اور جاننے والا ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جو تم سے نہیں لڑتے ان سے تمہارا کوئی جھگڑا نہیں بلکہ جو روز روز نت نئے جھگڑے اور جھمیلے کھڑے کرتے ہیں وہ بھی نرم پڑتے ہیں یا صلح پر آمادہ ہوتے ہیں تو یہی نہیں کہ البادی اظلم کہہ کر اڑ جاؤ بلکہ فوراً صلح کرلو۔ کیونکہ صلح ہی سب سے اچھی چیز ہے۔ آگے ملاحظہ کرو۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ (البقرہ:۱۹۳)'' ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہ آجائے، اگر یہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے۔''

مشہور ومستند مفسر امام طبری آیت کریمہ ''**فان انتھو فلا عدوان الا علی الظالمین**'' کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں جو کہ مشہور مفسر قرآن تابعی مجاہد بن جبر کا قول ہے کہ تم صرف اس سے لڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتا ہے۔

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (البقرۃ:۱۹۰)'' لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں جہاد کرو اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام طبریؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن ارطاط کو لکھا: مجھے کتاب اللہ میں آیت ملی ہے۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (البقرہ:۱۹۰) مطلب یہ ہے کہ تم اس سے جنگ نہ کرو جو تم سے جنگ نہیں کرتا۔

اس آیت کو منسوخ کہنے والوں کی تردید امام طبری اپنے اس قول سے کرتے ہیں: ''ان دونوں اقوال میں صحیح عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ اس لیے کہ مدعی کا آیت منسوخ ہونے کے اس دعویٰ میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو اور اس کے دعویٰ پر دلیل نہ ہو تو یہ تحکم، من مانی اور بے دلیل بات ہے اور تحکم سے کوئی عاجز نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ پر بھی غور کریں ارشاد ہے: ''فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا'' (النساء:۹۰) ''پس اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور تم سے لڑائی نہ کریں اور تمہاری جانب صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ لڑائی کی نہیں کی۔''

یہاں تو ایسے کافروں اور دشمنوں سے لڑائی کے لیے کوئی گنجائش بلکہ جواز کی صورت بھی نہیں چھوڑی گئی ہے جو تم سے جنگ کرنے سے الگ تھلگ ہوگئے ہیں، جو تم سے لڑائی نہیں کرتے اور صلح وآشتی سے رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے باوجود تمہارے اس الزام ظلم وزیادتی اور جہاد وغزوات نبوی اور مسلمانوں کی جنگ کو ظلم، سفاکی اور دہشت گردی کہنے کو کیا نام دیں؟

تم ہی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

☆☆☆

اچھے اعمال کے فائدے

مولانا ابوحمدان اشرف فیضی

نیک صحبت: نیک لوگوں کی صحبت اعمال صالحہ پر استقامت اختیار کرنے میں سب سے بڑی مددگار چیزوں میں سے ہے کیوں کہ انسان اس وقت متحرک ہو جاتا ہے جب وہ اپنے آس پاس کے دوستوں کو نیکی اور عبادت میں مصروف دیکھتا ہے اور اسے شرم محسوس ہوتی ہے جب وہ اپنے آپ کو محنت کرنے والوں کے درمیان سستی کرتا ہوا پاتا ہے، پس عقل مند وہ ہے جو نیک لوگوں، اہل فضل، علم اور صلاحیت رکھنے والوں کی صحبت اختیار کرتا ہے، جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، ان کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا، صالحین کے حالات زندگی سے واقف ہونا اور ذکر کی مجالس میں شریک ہونے کا اہتمام کرنا، یہ سب چیزیں انسان کے دل میں ہمت اور عزم پیدا کرتی ہیں۔ نیک صحبت مسلمان کو رمضان کے بعد خاص طور پر ثابت قدم رہنے اور نیک اعمال سے جڑے رہنے میں مدد دیتی ہے۔ کیوں کہ رمضان کے بعد اکثر لوگ عبادت میں سستی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایسے وقت میں نیک صحبت کا کردار بہت اہم ہو جاتا ہے، جو مسلمان کو نیکی کے راستے پر قائم رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

انسان اپنے اردگرد کے لوگوں سے اثر لیتا ہے، پس اگر اس کی صحبت نیک لوگوں کی ہو، تو وہ اسے گناہوں سے بچاتے ہیں اور بھلائی پر قائم رکھتے ہیں، نیز نیک صحبت انسان کو عبادت سے غفلت یا مشغولیت کی صورت میں یاددہانی کراتی ہے۔ اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے غافل ہو جائے، اس کی صحبت نقصان دہ اور گمراہی کا باعث ہوتی ہے، بلکہ وہ اللہ کے حقوق میں کوتاہی کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور غافل لوگوں سے کنارہ کشی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (الکہف:۲۸) ''اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں (رضامندی چاہتے ہیں)، خبردار! تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنی پائیں کہ دنیاوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا۔ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔'' اور حدیث میں ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

۶۔ موت کو کثرت سے یاد کرنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں کثرت سے موت کو یاد کرنے کی تاکید کی ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثروا ذكر هاذم اللذات، يعني الموت** (سنن ترمذي: كتاب الزهد عن رسول الله باب ما جاء في ذكر الموت: ۲۳۰۷، قال الشيخ الألباني: حسن صحيح، ابن ماجه: ۴۲۵۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لذتوں کو توڑنے والی (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

اسی طرح موت کو کثرت سے یاد کرنے والے کو سب سے زیادہ عقل مند کہا گیا ہے، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ کے پاس ایک انصاری شخص آیا، اس نے آپ کو سلام کیا، پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مومنوں میں سے کون سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے، اس نے کہا: ان میں سب سے عقل مند کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ان میں موت کو سب سے زیادہ یاد کرے، اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے سب سے اچھی تیاری کرے، وہی عقل مند ہے۔ (سنن ابن ماجہ ۴۲۵۹، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ)

جو شخص کثرت سے موت کو یاد کرتا ہے، وہ اپنے عمل میں سرگرم ہو جاتا ہے اور لمبی امیدوں کے فریب میں نہیں پڑتا بلکہ موت آنے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرتا ہے، اور دنیا کی طرف مائل ہونے سے بچتا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ما أكثر عبد ذكر الموت الا رأى ذلك في عمله، ولا طال أمل عبد قط الا أساء العمل** (الزهد لأحمد بن حنبل: ص۲۱۸) کسی بندے نے موت کو کثرت سے یاد نہیں کیا مگر یہ (یاد) اس کے عمل میں ظاہر ہوئی اور کسی بندے کی امید (زندگی کی خواہش) لمبی نہیں ہوئی مگر اس نے عمل کو بگاڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ موت کی یاد انسان کو نیک عمل کی طرف مائل کرتی ہے، جب کہ لمبی امیدیں اور دنیا کی محبت انسان کو غفلت میں ڈال دیتی ہیں۔

ہم اس بات کو یاد رکھیں کہ جس طرح رمضان المبارک گزر گیا اسی طرح بڑی تیزی کے ساتھ ہماری زندگی گزر رہی ہے اور ایک دن آئے گا جب ہمارا خاتمہ ہو جائے گا، موت کے وقت انسان اللہ تعالیٰ سے عمل صالح کرنے کے لیے تھوڑی سی

مہلت مانگے گا، مگر اسے مہلت نہ ملے گی، لہٰذا زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے موت آنے سے پہلے عمل صالح کی پابندی کریں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المومنون:۹۹-۱۰۰) یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے۔ کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔

اور فرمایا: وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المنافقون:۱۰-۱۱) اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے اے میرے پروردگار! مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا؟ کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔ اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہے۔

۷۔ دعاؤں کا اہتمام: اللہ تعالیٰ سے نیک اعمال کرنے کی توفیق اور مدد مانگنی چاہیے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ہم کوئی بھی نیکی نہیں کر سکتے اور نہ گناہوں سے بچ سکتے ہیں، توفیق دینے والا اللہ ہی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: تاملت انفع الدعاء فاذا هو سوال الله العون على مرضاته، ثم رأتيه في الفاتحه في (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) (مدارج السالين: ۱/ ۱۰۰) میں نے سب سے زیادہ فائدہ مند دعا پر غور کیا، تو دیکھا کہ وہ اللہ سے اس کی رضا والے کاموں پر مدد مانگنا ہے۔ پھر میں نے اسی دعا کو سورہ فاتحہ میں پایا۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ.

اعمال صالحہ پر مداومت کے لیے درج ذیل دعاؤں کا خصوصی اہتمام کریں:

(۱) رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:۸) اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔ (۲) اللهم يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك (أخرجه الترمذي: ۲۱۴۰، واحمد: ۱۲۱۲۸ باختلاف يسير، وابن ماجه: ۳۸۳٤، مختصرا وفيه زيادة، والبخاري في الأدب المفرد: ٦٨٣ واللفظ له، صحيح الأدب المفرد ٥٢٧) اے اللہ! اے دلوں کے الٹنے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو بکثرت پڑھا کرتے تھے)

(۳) اللهم اعني على ذكرك، وشكرك، وحسن عبادتك (أخرجه، أبو داؤد: ۱۵۲۲، والنسائي: ۱۳۰۳، وأحمد: ۲۲۱۱۹، الكلم الطيب: ۱۱۳، اسناده صحيح) اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ کو یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد لازماً پڑھنے کا حکم دیا)

(۴) رب اعني ولا تعن علي، وانصرني ولا تنصر علي وامكرلي ولا تمكر علي، واهدني ويسر الهدى لي، وانصرني على من بغى علي رب اجعلني لك شكارا، لك ذكارا، لك رهابا، لك مطيعا اليك مخبتا، اليك أو اها منيبا، رب تقبل توبتي واغسل خويتي وأجب دعوتي، واهدقلبي، وسدد لساني، وثبت حجتي واسلل سخيمة قلبي (أخرجه ابوداؤد: ۱۵۱۰، والترمذي: ۳۵۵۱، وابن ماجه: ۳۸۳۰ واللفظ له صحيح) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگتے تھے۔ اے میرے رب! میری مدد کر، میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر، میری تائید کر، میرے خلاف کسی کی تائید نہ کر، ایسی چال چل جو میرے حق میں ہو، نہ کہ ایسی جو میرے خلاف ہو، مجھے ہدایت دے اور جو ہدایت مجھے ملنے والی ہے، اسے مجھ تک آسانی سے پہنچا دے، اس شخص کے مقابلے میں میری مدد کر، جو مجھ پر زیادتی کرے، اے اللہ! مجھے تو اپنا شکر گزار، اپنا یاد کرنے والا اور اپنے سے ڈرنے والا بنا، اپنا اطاعت گزار، اپنی طرف گڑگڑانے والا، یا دل لگانے والا بنا، اے میرے پروردگار! میری توبہ قبول کر، میرے گناہ دھودے، میری دعا قبول فرما، میری دلیل مضبوط کر، میرے دل کو سیدھی راہ دکھا، میری زبان کو درست کر اور میرے دل سے حسد اور کینہ نکال دے۔

قرآن مجید کی تلاوت غور وفکر سے کرنا: جو شخص غور وفکر کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا وہ نیکیوں پر مداومت کی توفیق پائے گا، کیوں کہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے، اس کی تلاوت سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور دل کو قوت ملتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ (النحل:۱۰۲) کہہ دیجئے! کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت ہو جائے۔

گناہوں سے اجتناب: جس طرح نیکی کے اچھے اثرات ہوتے ہیں اسی طرح گناہ کے برے اثرات ہوتے ہیں، نیکی نیکی کو جنم دیتی ہے اور برائی برائی کو دعوت دیتی ہے، جیسے نماز انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، ویسے ہی بے حیائی اور برائی انسان کو نماز اور دیگر نیکیوں سے روکتی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۷ پر)

ہجرت اور سنہ ہجری کا آغاز

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

وحدثتنی یا سعد عنها، فزدتنی
جنونا، فزدنی من حدیثک یا سعد!

واقعہ ہجرت کی عظمت: آج جب کہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں محرم (محرم ۱۳۴۶ھ، جولائی ۱۹۲۷ء) کی تیرہویں تاریخ ہے۔ پورے تیرہ، دن اس واقعے پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا اور نیا سال شروع ہو چکا ہے لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جس نے غور کیا ہوگا کہ اس سالانہ اختتام وآغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم اور انقلاب انگیز واقعے کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ، جس کی یادآوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی بھی واقعے میں ہمارے لیے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سرچشمگی نہیں تھی، مگر جس واقعے سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی بھی واقعہ ہماری یادداشت سے دور اور ہمارے دل کی اثر پذیریوں سے مہجور نہیں ہو گیا۔

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج: انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کیریکٹر) کا اندازہ اس کے حافظے کی رفتار سے کرلیا جاسکتا ہے۔ ایک نیک سیرت آدمی کے حافظے میں غیرضروری اور بری باتوں کی یادداشت کے لیے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی، لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ برخلاف اس کے ایک بداخلاق آدمی کو کتنی ہی کارآمد اور اچھی باتیں سنائی جائیں، لیکن اس کے حافظے میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں نکلے گی۔ وہ صرف بیکار اور بری باتیں ہی یادرکھ سکتا ہے۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہے۔ ان کے ادبار وتنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ جماعتی حافظے کا مزاج بالکل الٹ جاتا ہے۔ جو باتیں یادرکھنی چاہئیں، وہ اس طرح بھلادی جاتی ہیں کہ بار بار یاددلا کے بھی یاد نہیں آتیں اور جو باتیں بھلادینی چاہئیں، وہ نہ صرف یادرکھی جاتی ہیں بلکہ ان کی یادآوریوں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہے کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں، کبھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔

صدر اول کے مسلمان اور موجودہ مسلمان: صدر اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اس حقیقت کی سب سے واضح مثال سامنے آجائے گی۔ اس وقت مسلمان اٹھتے بیٹھتے جو باتیں یادرکھا کرتے تھے، آج کسی کو ان کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور جو باتیں آج کل بے شمار تقریروں، تہواروں، یادگاروں اور اجتماعوں کے ذریعے یادرکھی جاتی ہیں، یہ اس وقت کسی مسلمان کے وہم وگمان میں بھی نہیں گزری ہوں گی۔ اس وقت ان کا حافظہ صرف وہی چیزیں یادرکھنا چاہتا تھا، جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لیے عبرت وموعظت تھی۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یادرکھنا چاہتا ہے جن کی یادداشت میں قومی زندگی کے لیے غفلت واعراض ہے۔ وہ (صدر اول کے مسلمان) ان چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے، جنھیں یادرکھنا چاہیے۔ ہم ان چیزوں کو بھلا نہیں سکتے، جنھیں ہمیشہ کے لیے بھلا دینا چاہیے۔

سارت مشرقة وسرت مغربا
شتان بین مشرق ومغرب

فتح مندیوں کا بیج: تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اس اختتام وآغاز میں پوشیدہ ہے۔ ہجرت نبوی کا واقعہ ہے، کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے اور اس کی بنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہے۔ ہر سال جب ۳۰ ذوالحجہ کا دن ختم ہوتا اور پہلی محرم کا چاند طلوع ہوتا ہے، تو وہ اس عظیم واقعے کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کردینا چاہتا ہے۔ یہ فی الحقیقت اس واقعے کی ایک جاری وقائم یادگار ہے۔

یہ دنیا کی تمام قوموں کی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں، بلکہ کمزوری کی فتح مندیوں کی یادگار ہے۔ یہ اسباب ووسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں، بے سروسامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہے۔ یہ طاقت اور حکومت کے جاہ وجلال کی یادگار نہیں، محکومی وبے چارگی کے ثبات واستقلال کی یادگار ہے۔ یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں، جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا، یہ فتح مدینہ کی یادگار ہے، جسے تلواروں کی چمک نے نہیں، بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سروسامان انسان کی روح ''ہجرت'' نے فتح کیا تھا۔ تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شان وشوکت ہمیشہ یادرکھی ہے، لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتھیار فتح فراموش کردی، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتح مندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا تو اس وقت اسی معنوی فتح مندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی۔

"ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ

مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ‘‘ (التوبہ:۴۰)

دو میں دوسرا (اللہ کا رسول) تھا اور دونوں غار میں چھپے بیٹھے تھے اس وقت اللہ کے رسول نے اپنے ساتھی سے کہا تھا غمگین نہ ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اپنا سکون وقرار اس پر نازل کیا، پھر ایسی فوجوں سے مددگاری کی جنھیں تم نہیں دیکھتے اور بالآخر کافروں کی بات پست کی اور اللہ ہی کی بات ہے جس کے لیے بلندی ہے۔

تذکارمحرم: اس ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا۔ یہ حادثہ اس درجہ المناک اور دردانگیز تھا اور اس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ محرم کے دور کی تمام یادآوری صرف اسی حادثہ کے تذکرہ وتالم میں محدود ہوگئی اور دوسرے تمام پہلو یک قلم فراموش کردیے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حادثہ کربلا کی المناکیاں اور عبرت انگیزیاں ناقابل فراموش ہیں، لیکن ہمارے جماعتی ذہن وفکر کی یہ بہت بڑی غفلت ہوگی، اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرہ واعتبار کے دوسرے پہلو فراموش کردیے جائیں۔ یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کے ایک واقعے کی تذکار ہے لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کی تذکار سے کیوں چشم بصیرت بند کرلی جائے؟

سنہ ہجری کی ابتداء: اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیہ کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب وکتاب کی کسی وسیع پیمانے پرضرورت ہوتی۔ اوقات ومواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لیے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اس سے وقت کا حساب لگالیتے۔ منجملہ سنین جاہلیہ کے ’’عام الفیل‘‘ یعنی شاہ حبش (مراد ہے ابرہہ کا حملہ جو شاہ حبش کی طرف سے یمن کا حاکم تھا) کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصے تک یہی واقعہ عرب کے حساب وکتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابہ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلام کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب لگاتے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ہی سورہ حج کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی: ’’اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ‘‘ (حج:۳۹) (جن مومنوں کے خلاف ظالموں نے جنگ کررکھی ہے اب انھیں بھی (اس کے جواب میں) جنگ کی رخصت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر سراسر ظلم ہورہا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔) اس لیے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے ’’سنہ اذن‘‘ سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت میں کام دیتی۔ اسی طرح سورہ برأۃ کے نزول کے بعد بول چال میں ’’سنہ برأۃ‘‘ کا بھی رواج رہا۔ عہد نبوی کا آخری سنہ ’’سنۃ الوداع‘‘ تھا، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کا واقعہ جو ’’حجۃ الوداع‘‘ کے نام سے مشہور ہوگیا تھا اور ہجرت کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتا چلتا ہے مثلاً سنۃ التمحیص، سنۃ الترفئہ، سنہ الزلزال، سنۃ الاستیناس۔ بیرونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ عرصے تک یہی حالت جاری رہی، لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب وکتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوئے اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دے دیا جائے۔ چنانچہ اس معاملے پر غور کیا گیا اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اس وقت تک واقعہ ہجرت پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

احساس ضرورت اور مشورہ: سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا تو کیوں حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعہ ہجرت سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک نظر وفکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا جس میں شعبان کا مہینہ درج تھا حضرت عمرؓ نے کہا: شعبان سے مقصود کون سا شعبان ہے؟ اس برس کا یا آئندہ برس کا؟ پھر آپ نے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا، اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا ہے لہٰذا ضروری ہے، حساب وکتاب کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوسکیں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ ان کے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ہرمزان کو بلایا۔ اس نے کہا: ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے ’’ماہ روز‘‘ کہتے ہیں۔ اسی ماہ روز کو عربی میں ’’مورخہ‘‘ بنالیا گیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لیے جو سنہ اختیار کیا جائے؟ اس کی ابتدا کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرت کے برس سے کی جائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا (تاریخ کبیر، ذہبی وتاریخ مصر مقریزی)

دوسری روایت: ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت نقل کی ہے۔ اس میں ایک دوسرے واقعے کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

حضرت عمرؓ کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا، اس نے کہا لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں، سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی۔ اس پر حضرت عمرؓ اور لوگوں کو اس معاملے کا خیال ہوا۔ پہلے انہوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کردیں پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرت سے سنہ کا تقرر ہو۔

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محبّ طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

ان ابا موسی الاشعری کتب الی عمر انه تاتینا منک کتب لیس لها تاریخ وقد کان عمردون الدواوین ووضع الاخرجة واحتاج الی تاریخ ولم یحب التاریخات القدیمه فجمع علیه عنه ذلک واستشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبداء من الهجرة (ریاض النضرۃ)

ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ کی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کردیئے تھے اور خراج کے اصول وقواعد طے پاگئے تھے اور اس سے محسوس کررہے تھے کہ ضبط اوقات کے لیے ایک خاص تاریخ قرار پاجائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انھیں اختیار کریں۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے لکھا تو انھیں زیادہ توجہ ہوگئی۔ صحابہؓ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرت کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے۔

حضرت علیؓ کی رائے: ابوہلال عسکری نے ''الاوائل'' میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعہ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی علیہ السلام نے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ:

جمع عمر الناس فسالهم من ای یوم یکتب التاریخ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم هاجر رسول الله وترک مکة ففعله عمر (کتاب الاوائل قلمی ومقریزی طبع ثانی جلد۲ صفحہ ۵۶)

جب حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا: اس دن سے جس دن آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے۔

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ ان امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے۔ ۱۶ء کے واقعات میں لکھتا ہے:

وفیها ارخ عمر الکتب واراد ان یکتب التاریخ منذ مولد رسول الله ثم قال من المبعث، فاشار علیه علی ابن ابی طالب ان یکتبه من الهجرة، فکتبه من الهجرة (جلد۲: صفحہ ۱۶۶) اسی زمانے میں حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لیے ایک تاریخ قرار دے دی جائے، پہلے انھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے لیکن حضرت علیؓ نے رائے دی کہ ہجرت سے شروع کرنا چاہیے۔

قومی سنہ کی ضرورت واھمیت: ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے: سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی، ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ تاریخ کے تعین وتقرر کی ضرورت محسوس کررہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہوکر مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ (بلاذری وطبری وغیرہما) بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اس سے مشورہ کیا تو اس نے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقے کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں آخری سنہ یزدگرد سنہ تھا اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندری پیدائش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض اصحاب کو خیال ہوا انھی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کرلیا جائے، لیکن حضرت عمرؓ اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے۔ (بیرونی نے یہ تفصیل بن مہران کی روایت کے سلسلے ہی میں پیش کی ہے اور اس کے الفاظ روایت مندرجہ متن سے مختلف ہیں چونکہ اس نے کوئی تخریج درج نہیں کی تھی اس لیے حسب اصول فن روایت اس سے ایسا استدلال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لیے ہم نے اوپر کی روایتوں میں اسے شامل نہیں کیا (الآثار الباقیہ صفحہ ۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہؓ میں زیر بحث رہے اور بعض نے اسے اختیار کرنے کی رائے بھی دی لیکن عام رجحان اس طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہیے۔

اجنبی سنہ سے اجتناب کیوں؟ اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب وکتاب کے دفاتر تھے اور حضرت عمرؓ نے باتفاق صحابہؓ دفاتر کے لیے وہی زبانیں اختیار کرلی تھیں جو پیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کے لیے فارسی، شام کے لیے سریانی اور مصر کے لیے قبطی تھی (مسعودی وبلاذری) ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لیے ایران وشام کی زبانیں اختیار کرلی گئی تھیں تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کرلینا تھا جو ان زبانوں کے حساب وکتاب میں رائج تھا اور اس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے لیکن حضرت عمرؓ اور صحابہؓ نے ایسا نہیں کیا۔ ایران اور روم ومصر کی زبانیں اختیار کرلیں۔ مگر سنہ اپنا قائم

کرنا چاہا۔غور کرنا چاہیے،اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

کشادہ دلی کی روشن مثالیں: یہ علت تو قطعاً نہیں ہو سکتی کہ صحابہ کرامؓ محض قومی تعصب اور تنگ دلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کار آمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اولاً اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے ثانیاً اس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصّبات کو اس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرے کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔خود اس عہد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کیے ہیں اور ان میں جو باتیں کار آمد اور ضروری نظر آئی ہیں بلا تامل اختیار کر لی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا، وہ ایرانیوں، رومیوں اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کراتے اور ان سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم، خراج و محصول کا تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانے کا قیام، حساب و کتاب کے اصول و قواعد اور اسی طرح کے بہت معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا۔فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے یعنی ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد، چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے۔اس لیے حضرت عمرؓ نے چاہا اس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لیے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی مسیحی مدینہ میں طلب کیا گیا تھا۔ طلبی کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں **ابعث لنا برومی یقیم لنا حساب فرائضنا** ایک رومی کو بھیج دو تا کہ وہ ہمارے فرائض کا حساب استوار کر دے۔ (صراط مستقیم، حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمرؓ کو فرائض جیسے شرعی مسئلے کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کر لینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب و تاریخ سے ہے؟ انہوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدون و رائج سنہ چھوڑ دیے اور ایک نیا سنہ از سر نو قائم کیا۔

صحابہ کرام کے دماغ کا سانچا: اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم و تربیت نے صحابہ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں دوسرے درجے کا کوئی خیال سما ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ صرف اول درجہ کے خیالات کے لیے تھا۔ بہت ممکن ہے دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلحہ لفظوں میں ادا نہ کر سکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس صورت میں آج دنیا دیکھ رہی ہے، لیکن ان کی طبیعت کی افتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملے پر سوچ بچار کرتے تھے تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں لیکن دماغ جاتا اسی طرف تھا جو علم و حکمت کے لیے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہو سکتے ہیں۔ یہی معنی ہیں انبیائے کرام کے مقام ''تزکیہ'' کے کہ ''وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (جمعہ:۲) ''ان کے اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے''۔ یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کر دی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اس میں رکھی جائے گی وہ قبول نہیں کرے گا اور موزوں چیزیں ہی اس میں سما سکتی ہیں۔

قومی زندگی کی بنیادی اینٹ: اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی۔قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر استوار ہوتی ہیں ان میں سے ایک ایک اینٹ کے لیے ان کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کر سکیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے لیکن انکی طبیعت ان کی طرف مائل نہ ہو سکی۔اس لیے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھودینی تھا۔

قومی زندگی کے بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار رہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔آج آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں اور ہمارا حافظہ ان سے گردن نہیں موڑ سکتا۔

سنہ اپنا ضروری تھا: ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کے سامنے آتا اور ان کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہو جاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انہوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو۔نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کر سکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کر لینے کے ان کا

سنہ قبول نہ کر سکے۔ خود بخود ان کی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ اور ایسا ہونا چاہئے، جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعے پر ہو۔ انہوں نے اپنے دفتروں کے لیے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، ان کے حساب وکتاب کے قواعد قبول کر لیے، ان کے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا، لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہوسکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں ایک اینٹ تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسلام نے جو ذہنیت ان کی پیدا کردی تھی، اسے یہی کرنا تھا۔

متاخرین کی تعلیل وتوجیہ: افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال وخط کھو چکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ دراصل اسی عہد کی دماغی آب وہوا کا مخلوق ہوتا ہے اس لیے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اسی رنگ وروغن سے کام لیتا ہے جو اس کے عہد کی آب وہوا مہیا کرسکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابہ کرام کے عہد پر ختم ہوگیا اور اس کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، اس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر وقلم کا زمانہ آیا تو یہ وقت تھا، جب صدر اول کی دماغی آب وہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشوونما پا چکی تھی اس لیے ان مصنفوں نے جب اس عہد کے حالات پر قلم اٹھایا تو بجائے اس کے کہ اس عہد کا ذوق ومزاج پیدا کرکے اس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اس کی ہر بات ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہر گوشے تک اس معاملے کے اثرات پہنچے، حتی کہ فقہ واحکام تک کا گوشہ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لے کر آخری عہد تدوین کتب کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جاسکتی تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اول کے واقعات ومعاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں اور ان کی تعبیر نیز الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پرتو موجود ہے مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں تو تم انگلی رکھ کر بتلا سکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات وصورت میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لیے ہیں۔

واقعہ ہجرت کا اختصاص: اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہرحال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی وہ قومی سنہ کا تقرر اور اس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی دور دراز توجیہ کے اختیار کیے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اکابر صحابہ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لیے قومی سنہ ضروری ہے اور اس لیے چاہئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے، اندر ہی تیار کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطہ نظر واقعہ ہجرت کا اختصاص ہے۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ سنہ کی ابتدا قرار دینے کے لیے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہوسکتی تھیں ان میں سے کسی چیز کی طرف ان کی نگاہ نہ گئی۔ ہجرت نبوی کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سروسامانیوں اور کمزوریوں کی یادتازہ کرتا تھا اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لیے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی۔ نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل وفتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرت مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن ہے، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہے، نہ کسی غلبہ وتسلط کا شادیانہ، بلکہ اس زمانے کی یادتازہ کرتا ہے جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لیے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہوگیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز واقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ رات کی تاریکی میں، رہ سپار دشتِ غربت ہوا تھا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے، لیکن وہ ان کی تقلید پر آمادہ نہ ہوسکے اور انہوں نے بالکل ایک دوسری راہ اختیار کی۔

دنیا کے قومی سنین: قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج واقبال کی تاریخ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اس کا دور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سر نو شروع ہوتا ہے۔ اس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے سب کی بنیاد کسی ایسے واقعے پر نظر آتی ہے، جس سے کسی قومی فتح واقبال کا آغاز ہوا ہے۔ چونکہ اس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہے یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ وتسلط سے۔ اس لیے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر واکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہے۔ ''بیرونی'' نے ''آثار الباقیہ'' نامی کتاب صرف سنین وتواریخ کے موضوع پر لکھی ہے اور اس درجہ کی لکھی ہے کہ آج بھی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جاسکتی۔ وہ دنیا کے تمام سنین کا استقصاء کرکے لکھتا ہے۔

''قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بانیان حکومت ومذاہب کی

پیدائش، پادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح وتسخیر، سلطنت کے انقلاب وانتقال اور حوادث عظیمہ ارضیہ سے تواریخ سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں''۔

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور ومستعمل رہے ہیں۔ان سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعے سے ہوتی ہے، بابلی سنہ کی بنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعے پر سنہ کی بنیاد رکھی تھی، کیونکہ اسی واقعے سے ان کی قومی آزادی کا دور شروع ہوتا تھا اس لیے اس کی یادآوری کے جذبے نے تاریخ وسنہ کی صورت اختیار کرلی۔رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہے، جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جس کی فتح مندیوں نے رومی عظمت کا نیا دور شروع کردیا تھا۔مسیحی سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے یعنی اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعے پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لیے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا وہاں مختلف حلقوں کے لیے مختلف سنہ بھی قرار پاگئے تھے۔جوتشیوں نے اپنے حساب کے لیے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔عوام اپنی یادداشت کے لیے ایک الگ سنہ رکھتے تھے۔حکومتوں اور پادشاہوں کے سنہ ان کے لیے مخصوص تھے مگر ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعے پر تھی۔آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آج تک مستعمل ہے، بکر ماجیتی سنہ ہے اور یہ راجا بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔اس رسم کی کہ ہر پادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کرکے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں نے ہی بنیاد ڈالی۔مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرمانروائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرت عمر رضی الله عنه کا تردد: ان روایات سے جو پچھلی تحریر میں درج ہوچکی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتداء کی جائے۔سعید بن مسیّب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علی سے مشورہ کیا تو ان کی رائے یہ ہوئی کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔یہ بات آپ کے دل میں اتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہوگئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہے کہ مبدءِ تاریخ کے بارے میں حسب معمول صحابہ نے مشورہ کیا تھا۔مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔بالآخر سب اس پر متفق ہوگئے کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کی جائے''فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الھجرة۔ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے پر اچھی طرح غور وفکر کیا گیا تھا اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے، جو ظہور اسلام کی اصل بنیاد ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات اس میں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اس پر انشراح نہیں ہوتا تھا، متردد تھے، بات قرینہ کی تھی لیکن دل میں بیٹھی نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ واقعہ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی کہ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اتر گئی اور تمام اکابر صحابہ بھی اس پر متفق ہوگئے۔گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہوگئی۔اب معلوم کرنا چاہئے کہ واقعہ ہجرت کی وہ کون سی مناسبت تھی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو کہ مدینہ علم نبوت کے باب اور حکمت وسنت رسالت کے محرم اسرار تھے، اس طرف توجہ دلائی اور وہ کون سی ایسی مشہور ومعلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً در آئی اور اس طرح تسلیم کرلی گئی، جیسے ایک مسلّم اور طے شدہ بات ہو۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۳ کا)

جناب فیاض احمد مئو وبرادران صاحبان پسران جناب الحاج عبد الرحمن مرحوم اور مئو کے معروف عالم دین اور کامیاب تاجر مولانا اقبال احمد محمدی صاحب کو صدمہ: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ معروف عالم دین اور کامیاب تاجر مولانا اقبال احمد محمدی صاحب کے بڑے بھائی الحاج عبدالرحمٰن مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور عزیزان تاجران وہمدردان جمعیت وجماعت عزیزم فیاض احمد وبرادران کی والدہ ماجدہ کا آج مورخہ 28/مئی 2025ء کو بوقت تین بجے دن بعمر تقریباً ستر سال طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ صوم وصلوۃ کی نہایت پابند، عبادت گزار، اخلاق مند، مہمان نواز اور ملنسار خاتون تھیں اور بھرے پرے خاندان میں ہر دل عزیز تھیں۔ان کے شوہر الحاج عبدالرحمٰن مرحوم بن جناب محمد دھڑ دھڑ یکے از مردمان شہیران مئو علماء کے قدردان، جمعیت وجماعت کے ہمدرد اور دینی مدارس و اجتماعات سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ناچیز سے نہایت محبت رکھنے کے ساتھ جمعیت وجماعت کے خلاف ایک لفظ سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور اس کے کارناموں کے مداح ہی نہیں اس کا ذکر خیر ایک مشن

کے طور پر کرتے رہتے تھے۔ جمعیت و جماعت کی کانفرنسوں اور اجتماعات کے دلدادہ اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرانے کے لیے جانثاری کی حد تک کوشاں رہتے تھے اور مرحومہ ان تمام نیک اعمال، جذبات اور خدمات میں ان کی شریک وسہیم تھیں اور انہی بنیادوں پر انہوں نے اپنے بچوں عزیزی القدر جناب فیاض احمد سلمہ وان کے برادران وہمشیران کی تربیت بھی کر رکھی تھیں، چنانچہ بچوں، بچیوں اور بہوؤں نے اس طویل علالت میں ان کی خدمت کا اجتماعیت، محنت اور لگن کے ساتھ بھرپور حق ادا کرنے کی کوشش کی اور خوب خوب اجر وثواب کے مستحق ہوئے۔ مولانا اقبال احمد محمدی صاحب کی فکرمندی اور ہمدردیاں بھی ان کے ساتھ رہیں۔ جنازے کی نماز اسی دن بوقت ساڑھے نو بجے شب کھیری باغ کے صحن میں ادا کی گئی اور قاسم پورہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں چار صاحبزادے عزیزان فیاض احمد، مولوی ممتاز احمد فیضی، آفتاب احمد، عبداللہ (شفاء اللہ) اور چار بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، پسماندگان ومتعلقین اور خویش و اقارب صبر وسلوان عطا فرمائے۔ آمین۔ (غم زدہ دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جناب بھائی نعیم اختر انصاری صاحب ناگپور کو صدمہ: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ضلعی جمعیت اہل حدیث ناگپور کے جوائنٹ سکریٹری جناب نعیم اختر انصاری صاحب جو جمعیت وجماعت کے ایک فعال رکن ہیں اور ناگپور میں جمعیت وجماعت کے کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اور جب بھی ناچیز کا ناگپور اور اطراف کا سفر ہوتا ہے تو اکثر رفیق سفر ہوا کرتے ہیں، نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات اور صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے قائم مقام امیر جناب الحاج وکیل پرویز صاحب کے تمام دعوتی وتربیتی اور اصلاحی کاموں میں ایک سرگرم مخلص کار اور عزیز کارکن کی حیثیت سے کافی محنت اور لگن کے ساتھ جٹے رہتے ہیں، کے والد گرامی جناب عبدالواحد صاحب کا مورخہ ۲۲/ جون ۲۰۲۵ء کو بعمر تقریباً ستر سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نیک وملنسار، پابند صوم وصلوۃ تھے اور کینسر کے موذی ومہلک مرض میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ سیئات سے درگزر کرے۔ جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ پسماندگان خصوصاً برادر نعیم اختر انصاری صاحب کو جنہوں نے والد گرامی کی خدمت اور تیمارداری میں رات دن ایک کردیا اور علاج ومعالجہ میں کوئی دقیقہ وطریقہ فروگزاشت نہیں کیا صبر وسلوان عطا کرے۔ آمین (دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، جناب عظمت صاحب سکریٹری جمعیت اہل حدیث ناگپور)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۰ کا)

لہٰذا نیکیوں پر مداومت کے لیے گناہوں سے اجتناب ضروری ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نیکیوں کی توفیق سے محروم کردے گا، سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حرمت قیام اللیل خمسة أشهر بذنب أذنبته قیل: وما ذاک الذنب قال: رأیت رجلا یبکی فقلت فی نفسی هذا مراء (احیاء علوم الدین: ۳۵/۱) میں ایک گناہ کیوجہ سے پانچ مہینے تک قیام اللیل (تہجد) سے محروم کردیا گیا۔ پوچھا گیا وہ کون سا گناہ تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ یہ دکھاوا کررہا ہے۔ (یعنی ریا کار ہے)

اسی طرح فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں جب تم رات کی عبادت (تہجد) اور دن کے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو تو جان لو کہ تم محروم ہو، جکڑے ہوئے ہو، تمہیں تمہارے گناہ نے باندھ رکھا ہے۔

سلف صالحین کی سیرت کی معرفت: سلف صالحین کی سیرت کا مطالعہ دل میں نرمی، عمل کا شوق اور نیکی کی رغبت عطا کرتا ہے۔ جب ہم ان کے تقویٰ، خلوص، عبادات، صبر وشکر کی مثالیں، ان کی قربانیاں اور کارنامے دیکھتے ہیں تو ہمیں بھی اپنے اندر تبدیلی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب بھی ہم اپنے اندر عمل کے میدان میں سستی اور کوتاہی محسوس کریں تو اسلاف کی سیرت کا مطالعہ کریں، ہمارے اندر جوش وجذبہ پیدا ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: مشابهة الصحابة والتابعین تزید العقل والدین والخلق (اقتضاء الصراط المستقیم: ۵۲۷/۱) صحابہ اور تابعین سے مشابہت اختیار کرنا عقل، دین اور اخلاق میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ یقیناً جب انسان نیک لوگوں کی سیرت اور طرزِ زندگی کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے، تو نہ صرف اس کا دین سنورتا ہے، بلکہ اس کی سوچ (عقل) اور کردار (اخلاق) بھی بہتر ہوجاتا ہے۔

بعض مداومتی اعمال صالحہ: رمضان کے بعد مطلق طور پر اعمال صالحہ اور اعمال خیر کی پابندی کرنی چاہیے، خاص طور پر درج ذیل اعمال کی پابندی کریں:

باجماعت پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام، سنن ونوافل کی پابندی (چاشت کی نماز خاص طور پر)، توبہ واستغفار (خاص طور پر صبح وشام سید الاستغفار)، قیام اللیل (اگرچہ دو رکعت ہی کیوں نہ ہو)، تلاوت قرآن (کم سے کم جتنے کی روزانہ پابندی کرسکیں)، نفل روزے (شوال کے چھ روزے، پیر اور جمعرات کا روزہ، ایام بیض کے روزے، عاشورہ اور عرفہ کا روزہ وغیرہ)، صدقات وخیرات (معمولی رقم ہی سہی روزانہ کا معمول بنالیں)، حسن اخلاق (نرمی سے پیش آنا، معاف کرنا، خیرخواہی کرنا، صبر وتحمل، حسن تعامل وغیرہ)، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، نیک صحبت، خدمت خلق، علم حاصل کرنا (دینی اور علمی مجالس میں شریک ہوکر، مطالعہ کتب کے ذریعے، وغیرہ وغیرہ۔

☆☆

سورج و چاند گرہن کی نماز کے احکام و مسائل

الشیخ/عبدالولی عبدالقوی

(۱) گرہن کی نماز کا حکم:

گرہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پڑھی ہے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''ان الشمس و القمر لا ینکسفان لموت أحد من الناس و لکنهما آیتان من آیات الله فاذا رأیتموها فقوموا فصلوا'' سورج و چاند کسی کے مرنے سے نہیں گہناتے، یہ تو قدرت الٰہی کی دو نشانیاں ہیں، جب انھیں گہناتے ہوئے دیکھو، تو نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔(بخاری/ الکسوف ۱۰۴۱)

(۲) گرہن کی نماز کا وقت:

گرہن کی نماز کا وقت سورج یا چاند گرہن کے آغاز سے لے کر گرہن کے ختم ہونے تک ہے۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ سورج کو گہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے، آپ کے پیچھے ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک کہ سورج صاف ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان الشمس و القمر لا ینکسفان لموت أحد فاذا رأیتموها فصلوا و ادعوا حتی ینکشف ما بکم'' سورج و چاند کسی کے مرنے کی وجہ سے نہیں گہناتے جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہاں تک کہ گہن دور ہو جائے۔(بخاری ۱۰۴۰)

مذکورہ حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ گہن کی نماز کا وقت ابتدائے گہن سے لے کر اختتام گہن تک ہے۔

(۳) گرہن کی نماز کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرنا ہو تو ''اَلصَّلَاۃُ جَامِعَةٌ'' کہا جائے: عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، تو یہ اعلان کیا گیا ''ان الصلاۃ جامعۃ'' ''نماز تیار ہے''۔ (بخاری ۱۰۴۵، مسلم ۹۱۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا: ''الصلاۃ جامعۃ'' [نماز تیار ہے] (ابوداؤد ۱۱۹۰، نسائی ۱۴۶۶) (صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح ابوداؤد ۱/۳۲۶)

معلوم ہوا کہ گہن کی نماز کے لئے ''الصلاۃ جامعۃ'' کہہ کر لوگوں کو اکٹھا کرنا مسنون ہے اور اس کے لئے اذان و اقامت مسنون نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بغیر اذان و اقامت کے پڑھی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل علم کا اتفاق ہے کہ گہن کی نماز کے لئے اذان و اقامت نہیں کہی جائے گی، بلکہ ''الصلاۃ جامعۃ'' کہہ کر لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا''۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۶/۱۸۹)

(۴) گرہن کی نماز میں قراءت:

گرہن کی نماز میں قراءت بلند آواز سے کرنا مسنون ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کی نماز میں باآواز بلند قراءت کی، جب قراءت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی پھر رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہا، پھر دوبارہ قراءت شروع کی، غرض گرہن کی دو رکعتوں میں آپ ﷺ نے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ (بخاری ۱۰۶۵، مسلم ۹۰۱/۵)

امام صنعانی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''مذکورہ حدیث گرہن کی نماز میں جہری قراءت کی مشروعیت پر دلیل ہے۔'' (سبل السلام للصنعانی ۲/۱۰۳)

معلوم ہوا کہ امام گرہن کی نماز میں جہری قراءت کرے خواہ رات ہو یا دن، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں جہری قراءت فرمائی۔

(۵) گرہن کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کی جائے:

گرہن کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنی مسنون ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے، لوگوں نے آپ کے پیچھے صف لگائی........(بخاری ۱۰۴۶)

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''گرہن کی نماز باجماعت پڑھنی مسنون ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت پڑھی ہے اور دیگر نوافل کی طرح بلا جماعت تنہا پڑھنی بھی جائز ہے لیکن باجماعت افضل ہے۔''

(الملخص الفقهي للفوزان ۲۸۴)

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''گرہن کی نماز گھر اور مسجد ہر جگہ درست ہے، لیکن مسجد میں افضل ہے''۔ (دیکھئے: الشرح الممتع ۵/۲۴۰)

(۶) عورتوں کا گرہن کی نماز پڑھنا:

عورتوں کے لئے مسجد میں باجماعت مردوں کے پیچھے گرہن کی نماز پڑھنی جائز ہے جس طرح گھر میں تنہا پڑھنی جائز ہے۔

اسماء رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو سورج گرہن تھا، دیکھا لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مصروف نماز ہیں، اسماء کہتی ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ (یہ کیسی نماز پڑھ رہے ہیں) تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور سبحان اللہ کہا، میں نے پوچھا: کسی (عذاب) کی نشانی ہے؟ انھوں نے اشارہ سے کہا: ''ہاں'' اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں بھی نماز میں شامل ہوگئی (یہاں تک کہ کھڑے کھڑے) قریب تھا کہ مجھے غشی آجائے، میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی..........(بخاری ۱۰۵۳، مسلم ۹۰۵)

امام ابن بطال رحمہ اللہ مذکورہ حدیث سے مستنبط فوائد کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''باجماعت گرہن کی نماز پڑھنے کے لئے عورتوں کا مسجد آنا درست ہے''۔ (شرح البخاری لابن بطال ۵/۴۲)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے لئے گرہن کی نماز مستحب ہے اور مردوں کے پیچھے اس کا ادا کرنا درست ہے''۔ (شرح النووی علی مسلم ۳/۲۲۳)

(۷) گرہن کی نماز لمبی پڑھنی مسنون ہے:

نمازیوں کے برداشت کی حد تک گرہن کی نماز لمبی پڑھنی مسنون ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک سخت گرمی کے دن میں سورج گرہن ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ لوگ گرنے لگے، پھر آپ نے لمبا رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا، پھر لمبا رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا، پھر دو سجدے کئے، پھر سجدہ سے کھڑے ہوئے تو پہلی رکعت کے قیام کے لگ بھگ قیام کیا، اس طرح (دو رکعت میں) چار رکوع اور چار سجدے کئے......... (مسلم ۹۰۴)

اسماء رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ سورج گرہن ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور گھبراہٹ میں اہل خانہ میں سے کسی کی قمیص لے لی، بعد میں چادر آپ کو پہنچائی گئی، اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں بھی مسجد میں گئیں اور عورتوں کی صف میں کھڑی ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ میری نیت بیٹھنے کی ہوگئی لیکن میں نے ادھر ادھر اپنے سے کمزور عورتوں کو کھڑے دیکھا تو میں بھی کھڑی رہی.....۔ (مسلم ۹۰۶)

اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں بھی نماز میں شامل ہوگئی (یہاں تک کہ کھڑے کھڑے) قریب تھا کہ مجھے غشی آجائے، میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی..........

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرۃ کی قراءت کے لگ بھگ لمبا قیام کیا، پھر لمبا رکوع کر کے سر اٹھایا اور کافی دیر تک کھڑے رہے جو پہلے سے نسبتا کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے سے کم تھا پھر سجدہ کیا اور کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے لیکن یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے لیکن یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو سورج کھل چکا تھا........ (بخاری ۱۰۵۲، مسلم ۹۰۷)

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز میں قیام، رکوع اور سجدے لمبے کرنے مسنون ہیں۔

(۸) گرہن کی نماز کا طریقہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت دو رکعت نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرۃ تلاوت کرنے کی مقدار کے قریب لمبا قیام کیا، پھر لمبا رکوع کیا، پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا، پھر پہلے رکوع سے کم لمبا رکوع کیا، پھر (قومہ کر کے) دو سجدے کئے پھر کھڑے ہو کر لمبا قیام کیا، پھر دو رکوع کئے، پھر دو سجدے کر کے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرا، اس وقت سورج صاف ہو چکا تھا، (پھر خطبہ دیا) اور فرمایا: ''ان الشمس و القمر آیتان من آیات الله لا یخسفان لموت أحد و لا لحیاته فاذا رایتم ذلک فاذکروا الله'' سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان کو گرہن نہیں لگتا، جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کو یاد کرو۔ (بخاری ۱۰۵۲، مسلم ۹۰۷)

چنانچہ اگر گرہن کے ختم ہونے سے پہلے نماز ختم ہوجائے، تو دوبارہ نماز نہ پڑھی جائے، بلکہ ذکر الٰہی اور دعا میں مشغول رہا جائے، یہاں تک کہ گرہن ختم ہوجائے اور اگر دوران نماز ہی گرہن صاف ہوجائے تو نماز نہ توڑی جائے، بلکہ اسے ہلکی کر کے مکمل کرلیا جائے، کیوں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ۳۳] تم اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

(۹) گرہن کی نماز کے بعد خطبہ دینا مسنون ہے:

گرہن کی نماز کے بعد مسنون ہے کہ امام لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے، انھیں غفلت وکاہلی سے ڈرائے اور بکثرت دعاو استغفار کرنے کا حکم دے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا قیام کیا، پھر لمبا رکوع کیا، پھر لمبا قیام کیا، لیکن وہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر رکوع کیا تو لمبا رکوع کیا، البتہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر لمبا سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا، پھر نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''ان الشمس و القمر آيتان من آيات الله لا ينخسفان لموت أحد و لا لحياته فاذا رأيتم ذلک فاذكروا الله و كبروا و صلوا وتصدقوا '' سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت یا حیات کے سبب نہیں گہناتے ہیں، جب تم انھیں گہناتے دیکھو، تو اللہ کا ذکر اور اس کی بڑائی کرو، نماز پڑھو اور صدقہ وخیرات کرو۔

پھر فرمایا: ''يا امة محمد ! ما من أحد أغير من الله أن يزني عبده أو تزني أمته يا امة محمد ! و الله لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا'' اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں کہ اس کا بندہ یا اس کی لونڈی زنا کرے، اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو مجھے معلوم ہے وہ تم جان لو، تو کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ۔ (بخاری ۱۰۴۴، مسلم ۹۰۱)

(۱۰) گرہن کے وقت ایک مسلمان کا وظیفہ:

بندہ مسلم جب سورج یا چاند کو گرہن ہوتے دیکھے تو مستحب ہے کہ بکثرت اللہ کا ذکر، دعاو استغفار کرے، اللہ کی بڑائی کرے، بکثرت صدقہ وخیرات کرے اور جس قدر ہو سکے تقرب الہی کے کام انجام دے (جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں) نیز اس لئے بھی کہ گرہن کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہذا ایسے وقت میں اللہ کی فرماں برداری کی جانب سبقت کرنا چاہئے تاکہ اللہ اپنے بندوں سے اس پریشانی کو دور فرمادے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''.... فاذا رأيتموها فصلوا وادعوا الله ...'' جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو۔ (بخاری ۱۰۴۳، مسلم ۹۱۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''... فاذا رأيتم ذلک فاذكروا الله و كبروا و صلوا وتصدقوا...'' جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو اور اس کی کبریائی بیان کرو، نماز پڑھو اور صدقہ وخیرات کرو۔ (بخاری ۱۰۴۴، مسلم ۹۰۱)

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''.... فاذا رايتم شيئا من ذلک فافزعوا الى ذكر الله و دعاء ه و استغفاره ...'' جب تم گرہن دیکھو، تو اللہ کے ذکر، دعا اور استغفار کی جانب لپکو۔ (بخاری ۱۰۵۹) اسماء رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقع پر غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری ۱۰۵۴)

(۱۱) گرہن کے علاوہ دوسرے قدرتی حوادث مثلا زلزلہ، آندھی، طوفان وغیرہ کے لئے نماز پڑھنے کا حکم:

گرہن کے علاوہ کسی اور قدرتی نشانی کے لئے نماز پڑھنی درست نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بہت سی قدرتی نشانیاں ظاہر ہوئیں، مثلا ضرر رساں بارش کا ہونا، سخت ہواؤں کا چلنا، کڑک وگرج جیسی قدرتی نشانیوں کا وقوع پذیر ہونا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول نہیں ہے کہ انھوں نے ان مواقع پر کوئی نماز پڑھی ہو۔

علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''گرہن کے علاوہ کسی بھی قدرتی نشانی مثلا زلزلہ وغیرہ کے لئے نماز پڑھنی درست نہیں ہے، کیوں کہ عبادات توقیفی ہیں، بس اسی عبادت کا انجام دینا درست ہے جس کے بارے میں کتاب وسنت سے دلیل وارد ہو''۔ (دیکھئے: فتاوی ابن باز ۱۳/ ۴۵)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''گرہن کے علاوہ کسی اور قدرتی نشانی مثلا زلزلہ وغیرہ کے لئے نماز باجماعت مسنون نہیں ہے، اس لئے کہ اس طرح کی قدرتی نشانیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوئیں، لیکن گرہن کے علاوہ کسی اور نشانی کے بارے میں منقول نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز پڑھی ہو۔'' (المجموع للنووی ۵/ ۵۹)

بعض فقہاء کی رائے کے مطابق مسلسل آنے والے زلزلوں کے لئے بھی گرہن کی طرح نماز پڑھنی درست ہے۔ ان کا مستدل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ انھوں نے بصرہ میں آئے ہوئے زلزلہ کے لئے گرہن کی طرح نماز پڑھی، اور فرمایا: قدرتی نشانیوں کے لئے اسی طرح نماز پڑھنی چاہئے۔ (دیکھئے: سنن الکبری للبیہقی ۷/ ۶۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہر قدرتی نشانی مثلا زلزلہ وغیرہ کے لئے گرہن کی طرح نماز پڑھنی چاہئے''۔ (دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ ۵/ ۳۵۸)

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے بھی اسی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: الشرح الممتع علی زاد المستقنع ۵/ ۱۹۵)

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فقہ فی الدین عطا فرمائے اور علم وبصیرت کے ساتھ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنی عبادات انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین ☆☆

موت بذات خود ایک نصیحت

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

ہم اس عارضی زندگی کی راہوں میں منزل کی جانب رواں دواں اور اس زمین پر اپنے طے کردہ مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرداں ہیں۔ ہماری دوڑ دھوپ اس بات کی متقاضی ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر کر روحانی تقاضوں پر بھی سوچیں اور فکر وتدبر سے کام لیں، اپنے دلوں کو ٹٹولیں، ایمان کی تجدید کریں اور دلوں پر غفلت وگناہوں کی جو دھول پڑ کر تہ بہ تہ جم چکی ہے اسے کھرچ کر ہٹائیں۔ گھڑی بھر ایمان تازہ کرلیں، اپنے نہاں خانوں کے ساتھ تزکیہ نفس کی مجلس سجالیں اور نفس کے ساتھ دوٹوک اور کھری کھری باتیں بیٹھ کر کرلیں۔ ماضی کے کچھ صفحات الٹ لیں، مبادا کچھ نصیحت کی باتوں کا الہام ہوجائے۔

آج میں آپ سے ایمان کی ایک ایسی عظیم حقیقت سے متعلق بات کر رہا ہوں کہ اگر کوئی اس کا انکار کردے تو کافر ہوجائے گا اور واصل جہنم ہوگا۔ اتنی بڑی حقیقت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسے خوب یاد کرتے رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ اس کے ذکر سے نفرت کرتے ہیں، دلوں میں دہشت محسوس کرتے ہیں اور اس کے سلسلے میں بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ دراصل یہ موت کی حقیقت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ (آل عمران: ۱۸۵) ترجمہ: ”ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے بیشک وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سودا ہے۔“

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر ذی روح کو فنا اور ہر نئے کی قسمت میں پرانا ہونا ہے۔ ایک لمحہ جو پلک جھپکنے کے برابر ہے اس میں روح باری تعالیٰ کے پاس پہنچ جائے گی اور انسان مردوں کی فہرست میں شامل ہوجائے گا۔ اے نفسانی خواہشات کے اسیر! عمر گئی اور موت آگئی تمہارا وقت کھیل کود اور برائیوں میں گزر گیا تم اسی گمراہی میں تھے، یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا کہ فلاں تو مرگیا۔ حالانکہ وہ بڑی اچھی صحت وتندرستی میں تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی ترجمانی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے قریب ہونے کی یہ نشانی ہے کہ پہلی رات کا چاند بڑا نظر آئے یہاں تک کہ کہا جائے یہ تو دو رات کا چاند ہے اور یہ کہ مسجد کو لوگ گزرگاہ بنالیں اور اچانک موت آنے لگے۔ (طبرانی)

بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت کرلیتے ہیں حالانکہ ہماری روحیں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور اس کی نگرانی سے غافل ہوجاتے ہیں حالانکہ موت اسی کے حکم سے آتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: تم کون ہو؟ جواب دیا کہ میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے بھی نہیں ڈرتا، محلات اسے اندر آنے سے باز نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی وہ رشوت لیتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: تب تو تم ملک الموت ہو! جواب دیا: ہاں۔ فرمایا: تم آتو گیے لیکن ابھی تو میری کوئی تیاری ہی نہیں ہے۔ کہا کہ اے داؤد! تمہارے فلاں قریبی کہاں ہیں؟ تمہارے فلاں پڑوسی کہاں گیے؟ جواب دیا وہ تو فوت ہوگیے۔ ملک الموت نے کہا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے عبرت حاصل نہیں کی کہ تم تیاری کرلیتے؟

ہمارے دل کس قدر سخت ہوگیے ہیں، غفلت کس قدر عام ہوگئی ہے۔ ماہ وسال کس تیزی سے گزر گیے جنہیں ہم نے خواہشوں اور تمناؤں میں برباد کردیا اور نفسانی شہوات میں ختم کردیا۔ ہم نے کتنے ہی اقرباواعزہ کو مٹی میں دفن کردیا اور کتنے ہی پیارے اور محبوبوں کو الوداع کہہ دیا پھر ہم دفن کی مٹی کو ہاتھوں سے جھاڑ کر دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب گیے، حتیٰ کہ بعض مسلمانوں کو تو آپ دیکھیں گے کہ غفلت اور دلوں کے سخت ہونے کے باعث جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے بھی ہنسی مزاق میں مست رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں، وہ محض دنیا کو دکھانے کے لیے جنازے میں شریک ہوئے ہیں۔

دو راتیں ایسی ہیں کہ وہ ہر مسلمان کی یادداشت میں محفوظ رہتی ہیں۔ ایک وہ رات جس میں انسان اپنے اہل وعیال کے ساتھ عیش وآرام، صحت وتندرستی میں تھا اپنے بچوں کو وہ ہنسا رہا تھا، اس کے بچے اسے ہنسا رہے تھے۔ دوسری وہ رات جس میں انسان عیش وتنعم، صحت وتندرستی، طاقت وقوت اور جوانی کے نشے میں چور تھا کہ اچانک اس پر بیماری نے حملہ کردیا اور طاقت وتوانائی کمزوری ونقاہت میں بدل گئی۔ فراوانی خوشحالی غموم وہموم میں تبدیل ہوگئی۔ اب وہ گزری ہوئی زندگی پر پچھتاتا ہے کہ کہاں ضائع کردی، جوانی کہاں برباد کردی، مال ومتاع یاد آتا ہے جسے اس نے جمع کیا تھا، جن قصور ومحلات کو تعمیر کیا تھا ان کا خیال آتا ہے۔ اب اسے رخصت ہوتی ہوئی دنیا کا دکھ ہوتا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کی بے بسی ولاچاری کا خیال آتا ہے، اپنے بعد جن کے برباد ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اب بیماری سنگین صورت اختیار کررہی ہے اور دوا کچھ کام نہیں آرہی ہے، طبیب وڈاکٹر بھی حیران وپریشان ہے کہ دوا کچھ کام نہیں کررہی ہے۔ دوست واحباب، اعزہ واقرباء، سب مایوس ہوتے جارہے ہیں۔ قرآن کریم کی

زبان میں: وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ (ق:۱۹) ترجمہ: ''موت کی بے ہوشی حق لے کر پہنچی یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا۔''

اب سکرات کا نزول ہوتا ہے اور اپنے اہل وعیال، دوست واحباب پر نظر ڈالنے کے سوا کچھ نہیں کر پا رہا ہے، سن تو رہا ہے، بول کچھ بھی نہیں سکتا۔ ارد گرد بیٹھے اہل وعیال، دوست واحباب اور پڑوسیوں پر نظر ڈالتا ہے کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں لیکن اس کیفیت سے اسے آزاد کرانے سے قاصر ہیں۔ اسی کیفیت کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے: فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَكِن لَّا تُبْصِرُونَ (الواقعۃ:۸۳۔۸۵) ترجمہ: ''پس جب کہ روح نرخرے تک پہنچ جائے۔ اور اس وقت تم آنکھوں سے دیکھتے رہو۔ ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں ہو۔''

موت کی سختیوں کی کیفیت بدستور جاری رہتی ہے اور نزع کی کیفیت سخت ہوتی جاتی ہے یہاں تک وقت موعود آن پہنچتا ہے اور روح قفص عنصری سے آسمان کی طرف پرواز کر جاتی ہے اور انسان اپنے اہل وعیال کی موجودگی میں لاش کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

موت اور اس کی سختی، قبر اور اس کی تاریکی، قیامت اور اس کی ہولنا کی کے وقت لوگ دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔ پہلے گروہ کا حال قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ (فصلت:۳۰) ترجمہ: ''واقعی جن لوگوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گیے ہو۔'' یعنی آخرت کی ہولنا کی جو تمہارے سامنے ہے اس سے نہ ڈرو اور نہ دنیا کے اندر جو تم نے اہل وعیال مال واولاد چھوڑا ہے اس پر غم کرو۔ ہم آخرت میں تمہارے دوست ہیں جو قبر اور صور پھونکے جانے کے وقت کی ہولنا کی کی وحشت سے تمہیں مانوس اور قیامت کے دن تمہیں امن وسکون عطا کریں گے۔ رہا کفار ونافرمانوں کا دوسرا گروہ تو اس کا بیان قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ (الانعام:۹۳) ترجمہ: ''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ موت کو کثرت سے یاد کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی رنج وغم سے نڈھال ہوجائے۔ موت کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب ہے کہ انسان اس بات سے ڈرتا رہے کہ کہیں اس کا خاتمہ برائی پر نہ ہوجائے۔ وہ جب دنیا سدھارے تو برے لوگوں کی روش پر نہ چل رہا ہو۔ کیونکہ اعمال کا اعتبار انجام پر ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! تم میں سے کوئی ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو (اللہ کے علم کے مطابق) لکھا ہوا اس پر غالب آجاتا ہے تو وہ اہل جہنم کا عمل کر لیتا ہے اور اس (جہنم) میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور تم میں سے ایک شخص اہل جہنم کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو (اللہ کے علم کے مطابق) لکھا ہوا اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت کا عمل کر لیتا ہے اور اس (جنت) میں داخل ہوجاتا ہے۔'' کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارا خاتمہ کیسا ہوگا اور ہمارے اعمال اور عمروں کو اللہ تعالیٰ کس طرح ختم کرے گا؟

سلف صالحین کے بہت سے واقعات تاریخ وسیر کی کتابوں میں درج ہیں کہ وہ موت اور اس کی سختیوں کو یاد کر کے بہت رویا کرتے تھے۔ حضرت محمد بن المنکدر رکی موت کا جب وقت آیا تو رونے لگے۔ دریافت کیا گیا کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: اللہ کی قسم میں کسی ایسے گناہ کو یاد کر کے نہیں رو رہا ہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے بلکہ اس بات پر رو رہا ہوں کہ میں نے کہیں کوئی گناہ معمولی سمجھ کر کر لیا ہو حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑا ہو۔

طائف میں جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ایک عجیب وغریب پرندہ آیا اور آپ کی نعش میں گھس گیا اور پھر وہ نہیں نکلا۔ جب تدفین مکمل ہوگئی تو قبر کے کنارے کسی تلاوت کرنے والے کی آواز آرہی تھی جو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ تلاوت کر رہا تھا: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر:۲۷۔۳۰) ترجمہ: ''اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں میں چلی جا۔'' کیا خوب خاتمہ ہے اور کیا قسمت ہے!

نصیحت حاصل کرنے کے لیے تو موت ہی کافی تھی۔ اگر معاملہ موت کے ساتھ ہی ختم ہوجاتا تو معمولی بات تھی۔ لیکن اس کی سختی اور ہولنا کی کے بعد آنے والا مرحلہ یعنی قبر اس کی تاریکی اس سے بھی سخت ہے۔ اور اس سے بھی سخت اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے جس سے سانسیں اکھڑنے لگیں گی اور کلیجہ منہ کو آنے لگے گا۔

جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو رونے لگتے یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھی تر ہوجاتی۔ ان سے کسی نے کہا کہ جب آپ کے سامنے جنت اور جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ نہیں روتے ہیں اور قبر کو دیکھ کر

اس قدر رو رہے ہیں؟ تو کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ سو اگر کسی نے قبر کے عذاب سے نجات پائی تو اس کے بعد کے مراحل آسان ہوں گے۔ اور اگر اسے عذاب قبر سے نجات نہ مل سکی تو اس کے بعد کے منازل سخت تر ہوں گے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مزید کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھبراہٹ اور سختی کے اعتبار سے قبر کی طرح کسی اور منظر کو نہیں دیکھا۔

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر آدمی جنتی ہوگا تو اس پر اس کا جنت کا ٹھکانا پیش کیا جائے گا اور اگر کافر ہے تو اسے اس کا جہنم کا ٹھکانا پیش کیا جائے گا۔ مؤمن کے لیے تو قبر ستر گز وسیع کردی جائے گی اور اس میں قیامت تک کے لیے روشنی اور نعمتیں بھردی جائیں گی، اس کے برعکس کافر کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جائے گا اور اس پر اس کی قبر تنگ ہوجائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں دائیں کی بائیں اور بائیں کی دائیں نکل جائیں گی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قبر سے ہوا تو دریافت کیا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کے نزدیک دو رکعتیں تمہاری باقی دنیا سے بہتر ہیں۔ (طبرانی) دوسری روایت میں ہے کہ دو ہلکی رکعتیں جنہیں تم معمولی سمجھتے ہو اس کے نزدیک تمہاری باقی دنیا سے بہتر ہیں۔

اللہ اکبر! ایک سست وکوتاہ مردے کی یہ آرزو ہوگی کہ کاش اس کی عمر میں اضافہ کردیا جاتا تو وہ دو رکعتیں پڑھ لیتا جن سے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوجاتا اور بیتی ہوئی زندگی کی کوتاہیوں کی تلافی ہوجاتی۔ قبر عمل کا صندوق ہے چنانچہ جو آپ صندوق میں رکھیں گے وہ مرنے کے بعد آپ کے ساتھ ہوگا۔

جب تمہارا گزر قبرستان سے ہو تو کسی کھلی ہوئی قبر پر رک کر ذرا غور کرو کہ یہ تنگ لحد ہے اور اس میں تمہیں داخل ہونا ہے اور دروازہ بند ہوجانا ہے اور مٹی ڈال دی جانے والی ہے اور اہل وعیال تو دفن کرکے چلے جانا ہے۔ پھر قبر اپنی تاریکی اور تنہائی کے ساتھ تمہیں اپنے گھیرے میں لے لے گی اور تمہیں اپنے عمل کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئے گا۔ تو غور کرو کہ اس موقع پر تم کیا سوچو گے؟ کیا تم دنیا میں واپس آنے کی آرزو نہیں کروگے تاکہ نیک عمل کرلو، تاکہ ایک رکعت ادا کرلو، ایک تسبیح پڑھ لو، اللہ کو یاد کرلو۔ ابھی سطح زمین پر زندہ ہو اور موقع بھی ہے لہٰذا افسوس کے عالم میں انگلیاں چبانے اور مردوں کے زمرے میں شمار ہونے سے پہلے نیک اعمال کرلو۔

جب تم کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کا ارادہ کرو تو مرے ہوئے لوگوں کی تمناؤں اور حسرتوں کو یاد کرو کہ وہ اگر زندہ ہوتے تو نیک عمل کرتے۔ ان کی چھوڑو اپنی سوچو کہ ابھی اپنے پاس موقع ہے تو اسے نہ گنوائیں اور اللہ تعالی کی معصیت کے کاموں سے باز آجائیں۔ جب نیک کام میں سستی کرنے لگو تو مردوں کی آرزوؤں کے بارے میں سوچو اور نیک اعمال میں جلدی کرو اور اچانک موت آنے سے پہلے گناہوں سے توبہ کرلو تاکہ یہ حسرت باقی نہ رہ جائے کہ کاش میں نے اخروی زندگی کے لیے نیک اعمال کرلیے ہوتے۔ اس کیفیت کی ترجمانی قرآن کریم کے اندر کتنے پیارے انداز میں کی گئی ہے ہمیں اس سے سبق لینے کی ضرورت ہے: أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (الزمر:۵۶-۵۸) ترجمہ: (ایسا نہ ہو کہ) کوئی شخص کہے ہائے افسوس، اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالی کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں رہا۔ یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا۔ یا عذاب کو دیکھ کر کہے کہ کاش! کسی طرح میرا لوٹ جانا ہوجاتا تو میں بھی نیکوکاروں میں ہوجاتا۔" اللہ تعالی ہمیں صحیح سمجھ دے اور موت کی حقیقت کو سمجھنے، اسے یاد کرتے رہنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے اور کما حقہ آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین یارب العلمین

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے قدیم کارکن و قلم کار مولانا عبد المنان شکراوی سلفی صاحب کو جانکاہ صدمہ: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے قدیم کارکن اور قلم کار مولانا عبدالمنان شکراوی سلفی صاحب کی اہلیہ محترمہ کا ۱۴/جون ۲۰۲۵ء شام 8 بجے بعمر تقریبا 61 سال طویل علالت کے بعد دہلی میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت خلیق و ملنسار، مہمان نواز اور پابند صوم وصلاۃ خاتون تھیں۔ اور مولانا کے کام کاز میں حد درجہ متعاون ومددگار تھیں۔ ان کے جنازے کی نماز اور تدفین دوسرے دن صبح 9 بجے قبرستان حوض رانی میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالی ان کی بال بال مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، مولانا عبد المنان سلفی اور جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

سنگ بنیاد: ۱۵/جون ۲۰۲۵ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب نے ہاپوڑ کے مشہور جماعتی گاؤں ٹیالہ میں پانچویں مسجد ابوبکر الصدیق کا سنگ بنیاد رکھا: ناظم صاحب کے ہمراہ مولانا مطیع الرحمٰن صاحب اثری امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ہاپوڑ مولانا محمد محسن ریاضی مولانا محمد شاداب فیضی دیگر ذمہداران وہمدردان جماعت ٹیالہ وہاپوڑ ومضافات نے شرکت فرمائی۔ ناظم محترم نے مسجد کی اہمیت افادیت وضرورت پر مختصر خطاب بھی کیا۔ اخیر میں دعا پر مجلس اختتام ہوئی۔ دوران سفر ناظم عمومی نے ٹیالہ کے پرانے مدرسہ کا معائنہ بھی کیا اور اس کا مستقبل کا خاکہ بھی تیار کیا۔ وہاں سے ہاپوڑ پہنچے اور احباب جماعت وذمہ داران سے ملاقاتیں کیں ضلعی جمعیت اہل حدیث ہاپوڑ کو مضبوط وفعال بنانے کے مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ (من جانب، محمد عامر نائب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ہاپوڑ) (بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

رپورٹ: ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی
کنوینر دورہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

پندرہواں آل انڈیا دورہ تدریبیہ برائے ائمہ، دعاۃ و معلمین کا باوقار انعقاد

پورے ملک سے بڑی تعداد میں ائمہ، دعاۃ اور معلمین کی شرکت

ریفریشر کورس کے باوقار افتتاحی واختتامی اجلاسوں میں اکابر علماء ودانشوران کا خطاب

تفویض اہل حدیث ایوارڈ

آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ و معلمین کا انعقاد نہ صرف جماعتی پس منظر میں بلکہ ملی تناظر میں ایک نئی پیش رفت تھی جس کا حسن آغاز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے اللہ تعالی کی توفیق ومدد اور ذمہ داران وارا کین اور محسنین جمعیت کے تعاون سے بحیثیت ناظم عمومی کیا تھا۔ تب سے یہ توانا وبابرکت روایت بڑی پابندی سے قائم ودائم ہے اور اس سے فیض یافتگان پورے ملک میں علم ونور کی کرنیں بکھیر رہے ہیں، دعوت وارشاد کی مشعلیں بلند کیے ہوئے ہیں اور علی وجہ البصیرہ ملک وملت اور انسانیت کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ پندرہواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ و معلمین منعقدہ ۴/تا ۱۰/مئی ۲۰۲۵ء مطابق ۵ تا ۱۱/ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ، بمقام اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی اسی مبارک سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھا۔

ریفریشر کورس کا اعلان:

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران کے مشورے سے دورہ تدریبیہ کی تاریخ انعقاد کی تعیین کے بعد ماہ فروری میں ذرائع ابلاغ خصوصا اخبارات، جمعیت کے جرائد ورسائل اور شوسل میڈیا کے توسط سے اعلان کیا گیا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام حسب سابق امسال بھی ائمہ، دعاۃ و معلمین کی تربیت کے لیے پندرہواں آل انڈیا دورۂ تدریبیہ (ریفریشر کورس) برائے ائمہ، دعاۃ و معلمین مورخہ ۴/تا ۱۰/مئی ۲۰۲۵ء مطابق ۵ تا ۱۱/ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ، بمقام اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا، جس میں ملک کی جملہ ریاستوں سے ائمہ، دعاۃ اور معلمین شریک ہوں گے۔ اس ریفریشر کورس کا حسن آغاز مورخہ ۴/مئی ۲۰۲۵ء کو صبح ساڑھے آٹھ بجے اور اختتام مورخہ ۱۰/مئی ۲۰۲۵ء کو بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی میں ہوگا۔

واضح رہے کہ پریس ریلیز، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے جرائد ورسائل مثلاً پندرہ روزہ جریدہ ترجمان اردو، ماہنامہ اصلاح سماج ہندی، ماہنامہ دی سمپل ٹروتھ انگریزی، جمعیت کی ویب سائٹ، سوشل میڈیا اکاونٹس مثلاً فیس بک، ایکس، انسٹاگرام اور واٹس ایپ گروپس کے ذریعہ دورہ تدریبیہ کے اعلان اور اس سلسلے میں مختلف اطلاعات کی اشاعت کا سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا۔

اس حوالے سے ذرائع ابلاغ میں جو اطلاعاتی پریس ریلیز کا اجراعمل میں آیا، وہ درجہ ذیل ہے:

”مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام حسب سابق امسال بھی ائمہ، دعاۃ و معلمین کی تربیت کے لیے پندرہواں آل انڈیا دورۂ تدریبیہ (ریفریشر کورس) برائے ائمہ، دعاۃ و معلمین مورخہ ۴/تا ۱۰/مئی ۲۰۲۵ء مطابق ۵ تا ۱۱/ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ، بمقام اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہورہا ہے، جس میں ملک کی جملہ ریاستوں سے ائمہ، دعاۃ اور معلمین شریک ہورہے ہیں۔ اس ریفریشر کورس کا حسن آغاز مورخہ ۴/مئی ۲۰۲۵ء کو صبح ساڑھے آٹھ بجے اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی میں ہوگا۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے ذرائع ابلاغ کے نام جاری اخباری بیان میں دی گئی۔

اس موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے کہا کہ تدریب وٹریننگ انسانی زندگی کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس سے صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے، فعالیت میں اضافہ ہوتا ہے اور میسر وسائل کو منظّم طور پر احساس ذمہ داری کے ساتھ استعمال کرکے قوم وملت اور انسانیت کی خدمت کا سلیقہ ماہرین سے سیکھنے کو ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر مہذب قوم ہر شعبہ حیات میں تدریب وٹریننگ کو لازمی قرار دیتی ہے۔ دعوت الی اللہ، اصلاح معاشرہ، خدمتِ انسانیت اور نئی نسل کی دینی تعلیم وتربیت جو کہ ایک انبیائی کام اور عظیم ذمہ داری ہے، وہ اس بات کی زیادہ متقاضی ہے کہ اس سے وابستہ علماء ودعاۃ، ائمہ اور معلمین کو تدریب و

ٹریننگ کے مرحلہ سے بہر طور گزارا جائے تاکہ مؤثر طور پر دعوت واصلاح تعلیم وتربیت اور خدمت ملک وملت اور انسانیت کا فریضہ انجام دیا جاسکے۔

امیر محترم نے کہا کہ انہیں مقاصد کے پیش نظر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر سال ائمہ، دعاۃ ومعلمین کی تدریب وٹریننگ کا بالالتزام اہتمام کرتی ہے جس میں پورے ملک سے ائمہ ودعاۃ اور معلمین شریک ہوکر اکابر علمائے کرام، دینی وعصری جامعات کے موقر اساتذہ اور مختلف شعبہ حیات کے ماہرین کے علم وتجربے سے استفادہ کرکے سماج و معاشرہ اور ملک وملت کی تعلیم وتربیت، اصلاح اور خدمت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

پریس ریلیز کے مطابق اس سات روزہ ریفریشر کورس میں ہر روز مختلف دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی اور اصلاحی موضوعات پر ماہرین کے چار وقیع محاضرے ہوں گے۔ اس دوران ایک ورک شاپ اور ادبی وثقافتی محفل کا بھی اہتمام ہوگا۔ اسی طرح حفظ منتخب سور واحادیث، ادعیہ واذکار ماثورہ اور قیام اللیل کے خصوص اہتمام کے ساتھ شرکائے دورہ مختلف موضوعات پر مقالے بھی تحریر کریں گے۔"

صوبائی جمعیات کے نام خطوط کی ترسیل:

دورہ تدریبیہ کی تاریخ کی تعیین کے معا بعد صوبائی جمعیات اہل حدیث کو خطوط لکھے گیے کہ دورہ کے لیے اپنے صوبوں سے کم ازکم دو ائمہ، دعاۃ اور معلمین کی ترشیح کریں اور ان کی شرکت کو یقینی بنائیں۔ اس حوالے سے ذمہ داران صوبائی جمعیات سے متعدد بار ٹیلی فونک رابطے بھی کیے گئے۔

محاضرین کے نام خطوط کی ترسیل اور رابطے:

تدریبیہ کے لیے مقررہ موضوعات پر م حاضرہ دینے کے لیے مقتدر دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، علمی، فکری، قانونی، صحافتی اور سماجی شخصیات اور مختلف علوم وفنون اور میادین کی ماہر ترین شخصیات کو خطوط لکھے گئے اور ان سے ٹیلی فونک رابطے بھی کیے گئے۔ تاآنکہ اور ان کی منظوری حاصل ہوئی اور ان سے علماء ودعاۃ کے لیے استفادہ ممکن ہوسکا۔

اختتامی پروگرام کے لیے اہم ملی وسماجی شخصیات کے نام دعوت ناموں کی ترسیل:

اس کے ساتھ ہی اختتامی پروگرام کے لیے اہم ملی وسماجی شخصیات کے نام دعوت ناموں کی ترسیل عمل میں آئی اور ان کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے ان سے ٹیلی فونک رابطے بھی کیے گئے۔

اختتامی پروگرام میں شرکت کے لیے موقر اراکین عاملہ وذمہ داران صوبائی جمعیات کے نام دعوت نامہ کی ترسیل:

دعوت نامہ کی ترسیل: چونکہ اس مناسبت سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس بھی منعقد ہونے والا تھا اس لیے اختتامی پروگرام میں شرکت کیلئے موقر اراکین عاملہ وذمہ داران صوبائی جمعیات کو بھی میٹنگ کے ایجنڈے کے ساتھ دعوت نامے ارسال کیے گئے۔

وفود کی آمد:

مورخہ یکم مئی ۲۰۲۵ کی صبح سے ہی صوبائی وفود اور ائمہ ودعاۃ ومعلمین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا اور مورخہ ۳ مئی کی شام تک اکثر ائمہ ودعاۃ ومعلمین اہل حدیث کمپلیکس پہنچ گئے۔

دورہ تدریبیہ کا حسن آغاز:

حسب اعلان دورہ تدریبیہ کا آغاز افتتاحی اجلاس کے ذریعہ ہوا، جو کہ مورخہ ۴ مئی ۲۰۲۵ کی صبح ۸ بجے منعقد ہوا، جس میں جمعیت کے ذمہ داران ودیگر اہم شخصیات نے شرکت کی۔ اس پروگرام میں صدارتی خطاب کرتے ہوئے مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے فرمایا کہ دعوت واصلاح اور تعلیم وتربیت انبیائی کام ہے اور اسی میں امت اور ملک وملت کی سعادت وبھلائی اور خیریت کا راز مضمر ہے اور وقت کے سارے فتنوں اور شر وفساد سے بچنے کا سامان ہے۔ آج انسانیت اس قدر فساد وبگاڑ اور ظلم ودہشت گردی میں اس لئے مبتلا ہے کہ امت نے اپنے نصب العین کو فراموش کردیا، جب تک افراد امت خاص طور پر ائمہ، دعاۃ ومعلمین سماج سدھار اور دعوت وتربیت کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے، فتنہ وفساد سے بچتے رہیں گے۔ انبیائے کرام خصوصا نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے اسی ہمت وحکمت اور وسطیت واعتدال کا سبق ملتا ہے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ ائمہ، دعاۃ ومعلمین ملک وملت اور انسانیت کے بہی خواہ ہیں جو سماج ومعاشرے میں اتحاد واتفاق، یکجہتی، خیر سگالی، انسان دوستی، امن وآشتی اور رواداری کی تبلیغ کرتے ہیں اور فتنہ وفساد، خوف ودہشت گردی اور بدامنی کے سد باب کے لیے جدوجہد صرف کرتے ہیں۔ ملک وملت کی فلاح اور بقاوتحفظ کا راز علمائے کرام کے وجود میں مضمر ہے۔ حکومتیں اور انتظامیہ ظاہری طور پر فساد روکتی ہیں، لیکن مصلحین ودعاۃ انسان کو انسان بناتے ہیں اور باطنی وروحانی اور فکری وعملی طور پر ملک ومعاشرہ کو دہشت گردی سے پاک کرتے ہیں۔ اس لیے آپ علمائے کرام اپنے مقام ومنصب کو سمجھیں۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں تمام شرکائے دورہ تدریبیہ کو مبارکباد پیش کی اور ان کو دورہ میں بھیجنے والی صوبائی جمعیتوں اور ذمہ داران مساجد ومدارس اور علماء ومحاضرین وحاضرین کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

ناظم اجلاس ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے سب سے پہلے ملک کے کونے کونے سے تشریف لائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین کو خوش آمدید کہا اور دورہ تدریبیہ کی اہمیت وضرورت اور تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی متنوع دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، اشاعتی، رفاہی اور قومی وملی خدمات کا مختصر خاکہ پیش کیا، اور کہا کہ اس دورہ تدریبیہ کا انعقاد بھی ملی تناظر میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کی اولیات میں سے ہے۔

اس افتتاحی اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے جامعہ ابوہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج الہ آباد یوپی کے شیخ الحدیث مولانا احمد مجتبیٰ سلفی نے کہا کہ ریفریشر کورس وقت کی

اہم ضرورت ہے۔اس کے انعقاد کے لئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور اس کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

عالم اسلام کی معروف علمی وتحقیقی شخصیت ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار پریوائی سرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنے وقت قیام سے ہی ملک کے اندر پھیلی تاریکی اور بدعات خرافات کے خاتمے کیلئے جدوجہد کی اور صحیح دین کی تعلیم وتبلیغ کی ہر جانب کوشش کی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ترجیحات میں دین کی صحیح تبلیغ اور انسانیت کی خدمت شامل ہے اور یہی اس کی بنیاد بھی ہے، اور اسی وجہ سے ریفریشر کورس جیسا بہترین پروگرام گزشتہ بیس برسوں سے منعقد ہو رہا ہے۔اس پروگرام کا مقصد چند دنوں تک ایک خاص دعوتی ماحول میں رہ کر اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور اپنے اجڑے ہوئے دلوں میں دوبارہ حرارت پیدا کرنا ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی نے کہا کہ دورہ تدریبیہ ایک مبارک اور عظیم کوشش ہے، جسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے شروع کیا گیا تھا اور اب یہ کورس ملک کی بیشتر ریاستوں میں اور دیگر اداروں میں عام ہو چکا ہے۔اس پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی قیادت مبارکباد کی مستحق ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مفتی عام مفتی جمیل احمد مدنی نے کہا کہ عام طور پر تربیت اور رہنمائی کی کمی وجہ سے نئی نسل کے دعاۃ ومعلمین متعدد غلطیاں کرتے ہیں، لیکن مرکزی جمعیت اہل حدیث نے اس ریفریشر کورس کے ذریعے دعاۃ ومعلمین کی تدریب کا بہترین نظم کیا ہے جس کے لئے ہماری قیادت مبارکباد کی مستحق ہے۔

عالم اسلام کے معروف محقق ومصنف مولانا صلاح الدین مقبول احمد مدنی سرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کلمات تشکر پیش کرتے ہوئے دعوت الی اللہ کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اسلاف کرام طلب علم کے لئے مہینوں کا سفر کیا کرتے تھے۔

اس اختتامی اجلاس میں بزرگ عالم دین مولانا وسیم احمد مدنی، المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ کے استاذ مولانا عبدالغنی مدنی، جامعہ ریاض العلوم دہلی کے استاذ مولانا عبدالمبین ندوی اور جامعۃ التوحید بھیونڈی مہاراشٹر کے صدر جناب عبدالحمید خان نے بھی اپنے تاثرات بیان کئے اور ریفریشر کورس کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کی اور اس پروگرام کو وقت کی بڑی ضرورت قرار دیا۔

پروگرام کا آغاز مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام چل رہے اعلی تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ کے طالب علم محمد ساحل کے تلاوت کلام پاک ہوا۔ واضح رہے کہ اس دورہ تدریبیہ میں ملک کی بیشتر ریاستوں سے ائمہ، دعاۃ ومعلمین شریک ہیں۔اس افتتاحی پروگرام کے بعد اس دورہ تدریبیہ کا باقاعدہ آغاز ہو گیا، جو ۱۰ر مئی ۲۰۲۵ء کی شام تک جاری رہے گا اور اس میں مختلف علوم وفنون کے ماہرین علمائے کرام ودانشوران عظام کے محاضرے ہوں گے۔ پہلا محاضرہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار پریوائی صاحب نے ''طائفہ منصورہ کی پہچان اور مختلف ادوار میں اس کا تسلسل'' کے عنوان پر اور دوسرا محاضرہ مولانا عزیز احمد مدنی استاذ جامعہ اسلامیہ سنابل نے ''دعوت الی اللہ: اسلوب ووسائل'' کے عنوان پر دیا، جبکہ تیسرا محاضرہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا ''غلو اور اس کے مضرات'' کے عنوان پر ہوا۔اس موقع پر علماء وعوام اور خواص کی بڑی تعداد موجود تھی۔

پروگراموں کی تفصیلات

۴ر مئی ۲۰۲۵ء، اتوار

۱۔افتتاحی پروگرام: ۸:۳۰ر بجے صبح

۲۔پہلا لکچر	:	۱۱ر بجے دن
موضوع:	:	طائفہ منصورہ کی پہچان اور مختلف ادوار میں اس کا تسلسل (۱)
محاضر	:	ڈاکٹر عبدالرحمٰن پریوائی صاحب حفظہ اللہ
		پروفیسر جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض
۳۔دوسرا لیکچر	:	بعد نماز عصر
موضوع:	:	دعوت الی اللہ: اہمیت وضرورت اور وسائل
محاضر	:	مولانا عزیز احمد سلفی صاحب حفظہ اللہ/استاذ جامعہ اسلامیہ سنابل
۴۔تیسرا لیکچر	:	بعد نماز مغرب
موضوع:	:	غلو اور اس کے مضرات
محاضر	:	مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی
		امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۵ر مئی ۲۰۲۵ء، سوموار

۱۔پہلا محاضرہ	:	۹ر بجے صبح
موضوع:	:	تدریس کا جدید اسلوب
محاضر	:	پروفیسر ریاض احمد صاحب/ پرنسپل کالج آف ٹیچر ایجوکیشن
		مانو سیٹلائٹ کیمپس نوح، ہریانہ
۲۔دوسرا محاضرہ	:	۱۱ر بجے صبح
موضوع:	:	فرق اسلامیہ اور تحریکات: عقائد، سرگرمیاں اور نقصانات
محاضر	:	فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی/
		سرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۳۔تیسرا محاضرہ	:	بعد نماز عصر
موضوع:	:	امن وشانتی کے قیام میں ائمہ مساجد کا کردار
محاضر	:	فضیلۃ الشیخ عبدالاحد مدنی/استاذ جامعہ ریاض العلوم دہلی
۴۔چوتھا محاضرہ	:	بعد نماز مغرب

موضوع: : ہندوستان میں مدارس ومساجد کا تحفظ اور طریقۂ کار

محاضر : جناب ہشام الدین، ایڈمنسٹریٹو آفیسر جوڈیشیل دہلی ہائی کورٹ

۶/مئی ۲۰۲۵ء، منگل

۱۔ پہلا محاضرہ : ۹/بجے صبح

موضوع: : میڈیا اور مسلم معاشرہ

محاضر : جناب اے یو آصف صاحب/سینئر جرنلسٹ

۲۔ دوسرا محاضرہ : ۱۱/بجے صبح

موضوع: : کامیاب مدرس کی خصوصیات

محاضر : مولانا عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی/استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی

۳۔ تیسرا محاضرہ : بعد نماز عصر

موضوع: : قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا قیام اور ہماری ذمہ داریاں

محاضر : پروفیسر اختر الواسع صاحب/پروفیسر ایمریٹس اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

۴۔ چوتھا محاضرہ : بعد نماز مغرب

موضوع: : مضمون وترجمہ نگاری کے اصول ومبادی

محاضر : پروفیسر رضوان الرحمٰن صاحب/استاذ شعبۂ عربی جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نئی دہلی

۷/مئی ۲۰۲۵ء، بدھ

۱۔ پہلا محاضرہ : ۹/بجے صبح

موضوع: : ادب اور معاشرہ

محاضر : پروفیسر ندیم احمد صاحب/شعبۂ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

۲۔ دوسرا محاضرہ : ۱۱/بجے صبح

موضوع: : عربی زبان میں ملکہ حاصل کرنے کا طریقہ (تحریر، تقریر، بول چال)

محاضر : پروفیسر شفیق عالم خان ندوی صاحب/ سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۳۔ تیسرا محاضرہ : بعد نماز عصر

موضوع: : دعاۃ اہل اللہ کی زندگی میں وقت کی تنظیم اور طریقۂ کار

محاضر : ڈاکٹر ظل الرحمٰن تیمی صاحب/ڈائریکٹر الرحیق گلوبل اسکول، نئی دہلی، وسابق فوری مترجم ائمہ حرم مکی

۴۔ چوتھا محاضرہ : بعد نماز مغرب

موضوع: : ثوابت دین اور متغیرات کی تحدید وتعیین

محاضر : ڈاکٹر طارق صفی الرحمٰن مدنی صاحب

مدیر تعلیم جامعۃ الفلاح، حیدرآباد

۸/مئی ۲۰۲۵ء، جمعرات

۱۔ پہلا محاضرہ : ۹/بجے صبح

موضوع: : ثوابت ومتغیرات کی تحدید وتعیین اور اصول وضوابط

محاضر : ڈاکٹر طارق صفی الرحمٰن مدنی صاحب/ استاذ جامعۃ الفلاح، حیدرآباد

۲۔ دوسرا محاضرہ : ۱۱/بجے صبح

موضوع: : طائفہ منصورہ کی پہچان اور مختلف ادوار میں اس کا تسلسل (۲)

محاضر : ڈاکٹر عبدالرحمٰن پریوائی صاحب حفظہ اللہ پروفیسر جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض

۳۔ تیسرا محاضرہ : بعد نماز عصر

موضوع: : ہندوستانی مذاہب: تعارف، معتقدات اور اثرات

محاضر : ڈاکٹر جنید حارث صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ

۴۔ چوتھا محاضرہ : بعد نماز مغرب

موضوع: : داعی کے اوصاف

محاضر : مولانا محمد اظہر مدنی/ڈائریکٹر اقراء انٹرنیشنل اسکول، نئی دہلی

۹/مئی ۲۰۲۵ء، جمعہ

۱۔ ورک شاپ : ۹:۳۰/بجے صبح تا ۱۱:۳۰/بجے دن

موضوع: : پریس ریلیز کی تیاری، یک روزہ دعوتی وتربیتی پروگرام کی منصوبہ بندی، ایڈیٹر کے نام خطوط نویسی، دعوتی پروگرام کی رپورٹنگ

انسٹرکٹر : ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی/میڈیا کوآرڈینیٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۲۔ پہلا محاضرہ : بعد نماز عصر

موضوع: : اصلاح معاشرہ میں ائمہ مساجد کا کردار

محاضر : مولانا محمد علی مدنی صاحب/امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۳۔ دوسرا محاضرہ : بعد نماز مغرب

موضوع: : علوم القرآن: اہمیت، ضرورت اور منہجیت

محاضر : مولانا ریاض احمد سلفی صاحب/شیخ الجامعہ جامعہ ابوہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج، الہ آباد یوپی نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۱۰/مئی ۲۰۲۵ء، سنیچر

۱۔ پہلا محاضرہ : ۹/بجے صبح

موضوع: : دہشت گردی کے خاتمے میں ائمہ ودعاۃ کا کردار

محاضر : مولانا عبدالغنی مدنی صاحب ر
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

۲۔دوسرمحاضرہ : ۱۱ر بجے صبح

موضوع: افتاء کی اہمیت وضرورت اوراس کے بنیادی اصول

محاضر : مولانامفتی جمیل احمدمدنی ر
مفتی عام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۳۔اختتامی اجلاس :بعد نماز مغرب

اس ریفرشر کورس کا اختتامی اجلاس مورخہ ۱۰رمئی ۲۰۲۵ کو بعدنماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو جامعہ نگرنئی دہلی میں نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا جس میں متعدد علمائے کرام، دانشوران عظام اورملی وسماجی اور تعلیمی وتربیتی شخصیات اور موقر اراکین مجلس عاملہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے شرکت کی۔اس اہم پروگرام میں صدارتی خطاب کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیرمحترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ائمہ، دعاۃ ومعلمین ملک ومعاشرہ کے سب سے بڑے محسن ہیں، ان کے زیرتربیت ملک وقوم اورملت کا مستقبل پروان چڑھتا ہےاوروہ اپنے دم قدم سے امن وشانتی اورفرقہ وارانہ ہم آہنگی کے قیام، حب الوطنی، اتحاد ویکجہتی اور جذبہ انسانیت کے فروغ، تعلیم یافتہ اورصالح معاشرہ کی تعمیر، خوف ودہشت سے پاک ماحول کی تشکیل اور ایمانی وربانی نسل کی آبیاری میں کلیدی کرداراداکرتے ہیں، مگرشرط یہ ہے کہ ان ائمہ دعاۃ ومعلمین کی صحیح خطوط پرٹریننگ اورتدریب کی جائے اوران کواس کے لیے مناسب مواقع، وسائل اور ماحول فراہم کرائے جائیں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند تقریبا 20 سالوں سے یہ اہم ذمہ داری بڑی پابندی کے ساتھ ادا کررہی ہے۔

امیرمحترم نے کہا کہ دنیامیں اگرکسی کام کے لیے ٹریننگ کی ضرورت پڑسکتی ہے اورضرور پڑتی ہےتواس میں سے دعاۃ الی اللہ، ائمہ اورمدرسین کی ٹریننگ ازحدضروری ہے۔اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلے میں تعلیمات موجود ہیں اور خود اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال تربیت فرمائی تھی۔

امیرمحترم نے کہا کہ یہ تو کہا جاتا ہے کہ ہمارے فوجی دستوں کے موجود ہوتے ہوئے دہشت گردانہ حملہ کیسے ہوگیا، لیکن ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ ان ائمہ، دعاۃ ومعلمین اور قائدین ملک وملت اور دھرم گرووں کے ہوتے ہوئے کیسے ایک بچہ خونخوار اور دہشت گردبن جاتا ہے اورنسل کشی کیلئے امادہ ہوجاتا ہے۔اس لئے ائمہ ودعاۃ کواپنارشتہ اپنے رب سے جوڑکرنہایت اخلاص، مستعدی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ نسل نو کی تربیت اور اصلاح معاشرہ کا کام انجام دینا چاہیے۔اورالعالم خبیر بزمانہ کی عملی تفسیر بھی ہونی چاہیے۔

امیرمحترم نے اپنے خطاب میں تمام مہمانان گرامی قدر خصوصا مؤقر اراکین مجلس عاملہ، ذمہ داران ملی تنظیمات، پورے ملک سے آئے ہوئے دورہ کے شرکاء، ان کے اہل خانہ، ان کو دورہ میں بھیجنے والی صوبائی جمعیات، مدارس وجامعات، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داران وکارکنان، اوراجلاس میں موجود عوام وخواص سب کاشکریہ ادا کیا اور سب کومبارکباد پیش کی۔

ناظم اجلاس مولانا محمد ریاض سلفی نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنے افتتاحی خطاب میں تمام شرکائے دورہ اورحاضرین کا تہہ دل سے استقبال کیا اور مرکزی جمعیت کی متنوع گراں قدر دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، علمی وتحقیقی، نشریاتی، رفاہی اورقومی وملی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے دورہ تدریبیہ کوان خدمات کا مبارک تسلسل بتایااورتدریبیہ کے مشتملات اورسرگرمیوں پرتفصیلی روشنی ڈالی۔

اس اختتامی اجلاس کوخطاب کرتے ہوئے مہمان خصوصی شیخ بدرالعنزی سعودی سفارت خانہ دہلی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داران، خصوصا امیرمحترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کی دینی واسلامی اورانسانی خدمات اوراتحادواتفاق کے لئے مساعی اوردورۂ تدریبیہ کے انعقاد پران کاشکریہ ادا کیا اورتمام شرکاء کومبارکباد پیش کی۔

مولانا مفتی عطاءالرحمٰن قاسمی صدرشاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی نے کہا کہ دعوت کا کام پیغمبرانہ کام ہے، اس میں استقامت اورعزیمت کی ضرورت ہوتی ہے، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیرمولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ عزیمت واستقلال اوراستقامت کے ساتھ مسلسل ائمہ، دعاۃ اورمعلمین کی تدریب وٹریننگ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے نائب ایکٹنگ صدراور سابق صدرنوید حامد نے کہا کہ اخلاص واستقامت، دوراندیشی، وسعت قلبی اور ہرطرح کے تعصب سے دوری مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کی زندگی کے جلی عنوانات ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی دعوت پرمختلف مکاتب فکر کے اکابرین لبیک کہتے ہیں۔یہ دورہ تدریبیہ کا انعقاد ان کی فکررسا کی دلیل ہے۔میں اس کے تسلسل کے ساتھ انعقاد پرمولانا کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جماعت اسلامی ہند کے نائب امیر مولانا ولی اللہ سعیدی نے کہا کہ آج ہر کام میں اختصاص پیدا کرنے اوراتقان کی ضرورت ہے۔مجھے اس پروگرام میں پہلی مرتبہ شرکت کا موقع ملا ہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہنداہم فریضہ انجام دے رہی ہے۔اس کے لیے امیرمحترم اورتمام شرکاء مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سرپرست ڈاکٹرعبدالرحمٰن بن عبدالجبار فریوائی نے کہا کہ آپ ائمہ، دعاۃ اپنی تاریخ کو جانیں اوراپنی دعوت کو پہچانیں۔انسان اسی وقت متقی ہوگا جب کتاب سنت پرعامل ہوگا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے نائب امیراورایڈیٹر جریدہ ترجمان مولانا خورشید عالم مدنی نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہنداوراس کے مخلص سربراہ مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی ہماری دعاؤں اورشکریے کے مستحق ہیں کہ آپ دیگر دینی، ملی، رفاہی خدمات کے ساتھ بیس سالوں سے پورے ملک سے ائمہ، دعاۃ

ومعلمین کو پڑھانے، سکھانے اور ٹریننگ دینے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کے سابق امیر حافظ شکیل احمد میرٹھی نے کہا کہ اس دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔ اس تسلسل کے ساتھ یہ بہترین پروگرام منعقد کرنے پر امیر محترم ودیگر ذمہ داران مبارکباد اور شکریے کے مستحق ہیں۔

اس اختتامی پروگرام میں ہمالیہ ڈرگس کے چیئرمین ڈاکٹر سید فاروق بطور خاص رونق بخش اجلاس ہوئے اور شرکائے تدریبیہ کی ہمت افزائی فرمائی۔

اس موقع پر جن ذمہ داران مرکزی وصوبائی جمعیت اہل حدیث، اراکین عاملہ اور علمائے افاضل نے خطاب کیا، مرکزی ذمہ داران خصوصا امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو اس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی، ان کا شکریہ ادا کیا اور اس ریفریشر کورس کو وقت کی بڑی ضرورت قرار دیا ان میں حافظ محمد عبدالقیوم نائب امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند، مولانا شفیق عالم خان جامعی امیر شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندر، مولانا شہاب الدین مدنی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی، حافظ کلیم اللہ سلفی نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی، مولانا حفظ الرحمن مدنی نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام، کے جے منصور قریشی عرف دادو بھائی خازن صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا، مفتی جمیل احمد مدنی مفتی عام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ڈاکٹر عبدالمجید الصلاحی سکریٹری ندوۃ المجاہدین کیرالا، مولانا محمد علی مدنی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار، مولانا عبدالقدوس عمری امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش، مولانا شمیم اختر ندوی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال، مولانا طہ سعید خالد مدنی نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث اڑیسہ، مولانا محمد اسماعیل سرواری امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان، مولانا خورشید عالم محمدی نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ، مولانا عبدالغنی مدنی استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، مولانا کلیم اللہ سلفی رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا عبدالاحد مدنی استاد جامعہ ریاض العلوم دہلی، مولانا رفیق احمد سلفی دارالدعوۃ دہلی، مولانا احمد مجتبیٰ سلفی شیخ الحدیث جامعہ ابوہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج الہ آباد یوپی، جناب حیدر خان صدر جامعہ دارالنصیحہ گجرات، مولانا افروز قاسمی دہلی، مولانا عبدالمبین ندوی استاد جامعہ ریاض العلوم دہلی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

واضح رہے کہ اس مناسبت سے 35 ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر مختلف اختصاصات اور مجالات میں نمایاں خدمات انجام دینے والی تقریبا تین درجن اہم علمی، تحقیقی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، قومی، ملی اور رفاہی شخصیات کی گراں قدر خدمات کے اعتراف میں اہل حدیث اوارڈ کا اعلان کیا گیا تھا، ان میں سے دہلی سے تعلق رکھنے والی دو اہم شخصیات ڈاکٹر عبدالرحمن فریوائی اور مولانا احمد مجتبیٰ سلفی کو ایوارڈ تفویض کیا گیا۔

ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند الحاج وکیل پرویز نے اپنے کلمات تشکر میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم کی ہمہ جہت خدمات کو سراہتے ہوئے ان کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کیا اور پروگرام کی کامیابی پر ذمہ داران ومتعلقین وکارکنان کو مبارکباد پیش کی اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اخیر میں تمام شرکائے تدریبیہ کو توصیفی سند، بیگ اور کتب کے ہدیہ سے نوازا گیا۔

کلمة الشرکاء: پورے ملک سے تشریف تمام شرکائے دورۂ تدریبیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے مولانا عبداللہ عبدالحئی اثری نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا۔ **الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله النبي الكريم وبعد**

معزز صدر، موقر اراکین عاملہ، اکابر علماء کرام وشرکاء تدریبیہ اور مہمانان گرامی!

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام پندرہواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ ودعاۃ ومعلمین میں شرکت کی سعادت پر ہم شرکاء تدریبیہ اللہ رب العزت کے شکر وسپاس کے بعد مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا ہم سب کے قائد ورہنما فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس پروگرام میں شرکت کا زریں موقع فراہم کیا، ہر طریقے سے ہم سب کی حوصلہ افزائی کی۔ اور راحت رسانی، تعلیم وتربیت، اور ٹریننگ کے سامان بہم پہنچائے۔ ہجوم مشاغل کے باوجود ہمارے احوال دریافت کرتے رہے حتی کہ ہماری قیام گاہ میں بھی تشریف لاکر پرسش احوال کیا۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر تدریبیہ کے کنویر فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی حفظہ اللہ کی مساعی جمیلہ کا ذکر نہ کروں جنہوں نے اور جن کی مخلص وفعال ٹیم نے ہر کام میں ہماری رہنمائی کی اور ہماری راحت رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ہم شرکاء تدریبیہ کے لیے کھانے، پینے، رہنے سہنے کا جو بہترین اور مناسب حال انتظام وانصرام کیا وہ لائق شکر وامتنان ہے۔ ایک ہفتہ اس مقصدیت سے پر دورہ تدریبیہ میں جتنے بھی محاضرے علماء کرام ودانشوران عظام کے ہوئے وہ ہم دعاۃ ومعلمین کے لیے دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، اصلاحی، رفاہی اور قومی وملی خدمات کے حوالے سے حد درجہ مفید تھے، خصوصا اس پروگرام میں ورکشاپ اور ادبی وثقافتی مجلس کے انعقاد اور مقالہ نگاری کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس کا بھی زریں موقع نصیب ہوا۔ اور ہم شرکاء تدریبیہ نے اذکار دعاء ماثورہ حفظ سورہ واحادیث اور حسب توفیق قیام اللیل کا بھی اہتمام کیا جو ہم دعاۃ کو تقویت پہونچانے والی ہے، بلکہ اس راہ میں سب سے بڑا زادراہ یہی تہجد وتقوی ہے، نیز یہ ہفتہ بھر کی تعلیم وٹریننگ یقیناً ہم ائمہ ودعاۃ اور معلمین کے لیے خدمت دین وانسانیت کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

اور اس موقع پر تحدیث نعمت کے طور پر یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی موجودہ قیادت خصوصا امیر محترم نے مرکزی جمعیت کو مختلف شعبہ جات اور نت نئے پروگراموں کے ذریعہ اسے حرکت ونشاط اور تعمیر وترقی کے اوج

ثریا پر پہنچانے کی کوشش کی ہے وہ تاریخی اہمیت کے حامل اور قابل صد شکر و امتنان ہے۔

ہم شرکاء تدریبیہ کی خواہش اور تمنا ہے کہ اس طرح کے ریفریشر کورس اور بڑے پیمانے پر منعقد کیا جائے، تاکہ قوم وملت کو اس کا زیادہ سے زیادہ فیض پہنچے۔

اللہ رب العالمین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو ہر شر سے محفوظ رکھے، ذمہ داران کو اسی طرح مزید توفیقات سے نوازتا رہے اور امت وملت کو ہر شر وفتن سے محفوظ رکھے۔

ہم ایک بار پھر آپ سب کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہم ہیں شرکاء پندرہواں آل انڈیا دورہ تدریبیہ برائے ائمہ ومعلمین

فہرست شرکائے دورہ تدریبیہ

راجستھان: محمد عابد فجر الدین ریاضی، محمد عرفان فیضی بن حلیم میاں

مدھیہ پردیش: حافظ عادل احمد بن اقبال احمد، گل محمد بن اسرار احمد

بنگال: محمد بدر الدین بن خیریت اللہ ندوی

بہار: منیر الدین فیضی بن عبد العلیم، محمد امتیاز فیاضی بن پھول محمد، نثار احمد ابو اللیث سلفی، مدثر حسن سلفی بن عبد الخالق سلفی

گجرات: متوادانش محمد حنیف، ثمر اللہ رکھیا عبد الرحیم، حافظ محمد ایوب ابراہیم شیخ

مغربی اتر پردیش: محمد شعیب بن محمد یوسف، محمد حسنین سلفی بن محمد ارشاد، عبد اللہ اثری بن عبد الحئی

مشرقی یوپی: محمد حارث بن عزیز الرحمٰن، محمد عرفان بن عبد الوہاب، جمال الدین عبد الغنی

دہلی: عبد الکریم بن احتشام اللہ، اسد اللہ فہیم الدین، محمد ثناء اللہ عنایت اللہ، اسماعیل فراز بن عنایت اللہ، شمیم اختر بن محمد ثناء اللہ، محمد امجد بن جلال الدین

ہریانہ: شاہ جہاں بن ایوب خان، محمد جابر بن مبین، محمد حامد علی بن شیر محمد

اڈیشہ: شیخ صفدر عالم الٰہی بخش، حافظ ثناء اللہ بیگ اثری

جھارکھنڈ: تحسین انصاری بن زین الانصاری، امر احمد بن بدر الدین احمد

آسام: افضل الرحمٰن بن عبد المنان، اشرف الحق بن مقبول حسین

آندھرا پردیش: شیخ آصف جامعی

ممبئی: عبد الرشید محمد سمیع سلفی

تلنگانہ: محمد طاہر عمری محمد اسلم جامعی، شیخ عبد الرحمٰن شیخ امام الدین، ابو معوان معید الدین جامعی نذیری

المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ: محمد صابر محمد اسلم، عبد اللہ سعود بن ضمیر الدین رحمان، فیروز عالم شتاب الرحمٰن، جواد الرحمٰن بن حفظ الرحمٰن، مرتضی شیخ بن جسیم الدین، عبد رشیم شیخ بن خورشید شیخ، اعجاز منڈل بن عیاد منڈل، محمد ساحل بن محمد حاطب، وسیم انصاری بن محمد فاروق

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۳۱ کا)

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر اہل حدیث ایوارڈ کا مستحق قرار دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب ناچیز سے تعلق خاطر رکھتے تھے اور محبت فرماتے تھے، مرکزی جمعیت کی ہمہ جہت دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، علمی، تحقیقی، تعمیراتی اور رفاہی خدمات کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور ملک وملت کے تمام درپیش مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے اور جو اس کے حل کے لیے کوشاں اور فکر مند رہتے تھے۔ بلاشبہ ملک وملت اور جماعت وجمعیت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات قابل قدر ونا قابل فراموش نیز نئی نسل کے لیے آپ کی تعلیمی اور تربیتی کوششیں مشعل راہ ہیں۔ ان کی وفات نہ صرف ان کے اہل خانہ بلکہ پوری جماعت وجمعیت اور ملک وسماج سب کا بڑا خسارہ ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل نظر آتی ہے۔

پسماندگان میں دو بیٹے، پانچ بیٹیاں اور متعدد پوتے وپوتیاں اور نواسے ونواسیاں ہیں۔ ہم ان کے اہل خانہ کے غم میں برابر شریک ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جماعت وجمعیت کو ان کا نعم البدل عطا کرے، آمین۔ نماز جنازہ امیر جماعت نے پڑھائی اور تدفین گزشتہ کل ساڑھے چھ بجے شام دہلی گیٹ قبرستان میں عمل میں آئی۔ امیر محترم کے علاوہ ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز، نائب امیر ڈاکٹر عبد العزیز، نائب امیر حافظ عبد القیوم، نائبین ناظم عمومی مولانا ریاض احمد سلفی، مولانا محمد علی مدنی، حافظ محمد یوسف چھمہ ودیگر ذمہ داران واراکین عاملہ وشوریٰ وکارکنان جمعیت نے ان کے پسماندگان ومتعلقین نیز جملہ سوگواران سے اظہار تعزیت کیا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعا کی ہے۔

محرم الحرام ۱۴۴۷ھ کا چاند نظر آیا

نئی دہلی: ۲۶/ جون ۲۰۲۵ء، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج بتاریخ ۲۹/ ذو الحجہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۶/ جون ۲۰۲۵ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے۔ چنانچہ مختلف صوبوں سے رؤیت ہلال کی مصدقہ ومستند خبریں موصول ہوئیں۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ کل بروز جمعہ ماہ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ کی پہلی تاریخ ہوگی۔ ان شاء اللہ

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

معروف اسلامی اسکالر، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ وشوریٰ کے رکن اور انگریزی ماہنامہ دی سمپل ٹروتھ کے ایڈیٹر ڈاکٹر ابوالحیات اشرف کا سانحۂ ارتحال

دہلی: ۲۳/جون ۲۰۲۵ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے جماعت اہل حدیث کی مایہ ناز شخصیت، معروف اسلامی اسکالر متعدد کتابوں کے مصنف، مشہور کالم نگار اور ماہر تعلیم ، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوریٰ وعاملہ کے رکن اوراس کے انگریزی میگزین ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' کے ایڈیٹر ڈاکٹر ابوالحیات اشرف کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو جماعت وجمعیت نیز ملک وسماج کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے جو دینی، دعوتی، تصنیفی اورصحافتی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر تقریباً پچاسی سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد صاحب آباد، غازی آباد (یوپی) میں گزشتہ کل بروز اتوار تقریباً بارہ بجے دن اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مشرقی چمپارن کی مردم خیز ومعروف بستی دوستیا کے اندر جماعت اہل حدیث کے ایک ، دیندار اور موحد علمی خانوادہ میں ڈاکٹر صاحب کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد مولانا صداقت حسین رحمہ اللہ کا شمار ملک کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے چالیس سال سے زائد کتاب وسنت اور علوم وفنون کا درس دیا اور سالہا سال تک صحیحین خصوصاً صحیح بخاری کا درس جامعہ اصلاحیہ معروف اصلاح المسلمین پٹنہ میں دیا۔ اس طرح آپ نے خالص دینی وعلمی ماحول میں پرورش پائی۔ آپ بہار کی قدیم ترین دینی دانشگاہوں مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ اور دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے نہایت معتبر ومقتدر وممتاز فیض یافتگان میں سے تھے۔ آپ نے تحریک شہیدین کے آخری سرخیل مولانا عبدالخبیر صادق پوری اصلاحی سے کسب فیض کیا تھا اور مجاہدین آزادی سے کئی طرح سے استفادہ بھی کیا تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے سرفراز کیے گیے۔ عربی واردو کے علاوہ انگریزی زبان پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ انگریزی زبان وقلم کے ماہر تھے۔ نائیجیریا، افریقہ میں آپ نے تعلیمی ودعوتی اور اصلاحی وانتظامی کام قدرے عربی ورنہ انگریزی زبان میں کیا۔ ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نیک طبع، علم دوست، علماء کے قدرداں، دینی وجماعتی تعلیمی وتربیتی اداروں کے بہی خواہ، نہایت خلیق وملنسار اور جماعتی وملی غیرت سے سرشار تھے۔ وقت کی پابندی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ نائجیریا میں بہت دنوں تک دعوت وتعلیم اور لوح وقلم سے متعلق رہے۔ آپ کی بعض تصنیفات وہاں کے اسکولوں میں داخل نصاب تھیں۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد دہلی کو اپنا مسکن بنایا اور زبان وقلم کے ذریعہ ملک وملت اور جمعیت وجماعت کی قابل قدر اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ عصر حاضر کے اکثر اہل علم اور شخصیات اور تنظیموں اور جماعتوں سے ان کا تعلق تھا۔ طلبہ اور اساتذہ ومعلمین کے عظیم محسن تھے۔

آپ کے تمیقات ونگارشات مختلف جرائد ومجلات کی زینت بنے اور ماہنامہ نوائے اسلام میں ''السلام علیکم'' کا کالم قارئین کرام کی توجہ وخصوصی دلچسپی اور معلومات کا باعث بنا۔ جامعۃ الہدایۃ جے پور کے انگریزی پرچہ ''ہدایت'' کے آپ ایڈیٹر رہے اور بڑی پابندی سے اسے منصۂ شہود پر لاکر لوح وقلم اور ملک وملت اور خصوصا تعلیم و تربیت کی خدمت کا حق ادا کرتے رہے۔ آپ اسلامک ڈیولپمنٹ بینک کے ذریعہ طلبہ واسکالرس کے لیے وظائف اور مختلف تعلیمی وتربیتی شعبہ جات میں متحرک اور فعال کردار ادا کرتے رہے اوراس کے ذمہ داران آپ کی نازک مزاجی اور کڑی شرطوں کے باوجود خصوصا وقت اور حسن عمل اور نظم وضبط کے سلسلے میں آپ کی کڑی شرطوں پر پورا اتر کر بہت سے کام لینے میں کامیاب رہے۔ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے دفتری امور کی تحسین اوراس کے نظم وضبط کے سلسلے میں آپ نے کلیدی کردار ادا کیا۔

آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کاز سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور مرکزی جمعیت کے انگریزی ترجمان ''دی سمپل ٹروتھ'' کے بانی مدیر تھے۔ مقصد سے لگن ایسی تھی کہ پیرانہ سالی اور عارضہ قلب کے باوجود تقریباً بیس سال سے پابندی کے ساتھ میگزین کی ادارت کرتے رہے۔ آپ نے اس دوران متعدد معرکۃ الآراء خصوصی نمبرات بھی شائع کیے۔ آپ کی تصنیفات میں ''مردود اقوام''، ''دعاۃ کے لیے منصوبہ سازی اور وقت کی اہمیت''، ''نصاب تعلیم برائے پرائمری درجات'' بہت مقبول ہوئیں نیز پرائمری درسی کتب برائے مدارس ومکاتب۔ مرکزی جمعیت نے ان کی گراں قدر دینی، علمی، تعلیمی وجماعتی خدمات کے اعتراف میں اپنی حالیہ پینتیسویں

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292